اردو کے ہندو شعرا

مرتّبہ

جگدیش مہتہ درد

اُردو کے ہندو شعرا

(حصّہ اوّل)

مرتبہ

جگدیش مہتہ درد

جملہ حقوق جناب ایس۔ ایم۔ اسلم محفوظ ہیں

بار اوّل ایک ہزار

۱۵ اگست ۱۹۷۲ء

قیمت : آٹھ روپے

کتابت : محمد ایوب شاہجہانپوری
مطبوعہ : جمال پریس ۔ دہلی

ناشر

جگدیش مہتہ درد حقیقت بیانی ویکلی ۔ دہلی ٦

ملنے کے پتے :

ایس۔ ایم۔ اسلم معرفت لاہور پریس۔ اردو بازار جامع مسجد دہلی ٦
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ۔ اردو بازار۔ جامع مسجد۔ دہلی ٦

انتساب

اُردو زبان کے اُن سچے عاشقوں کے نام
جنھوں نے اس جوت کو ہمیشہ ہمیشہ کے
لئے جلائے رکھنے کا عزم کر رکھا ہے

عاشقِ اُردو
مہتہ درد

پیش لفظ

"اردو کے ہندو شعرا" کی میں نے ۱۹۴۵ء میں شروعات کی تھی مگر ۱۹۴۷ء میں ملک کے بٹوارہ کے بعد ایک مہاجر کی حیثیت سے مجھے بھی ہندوستان آنا پڑا۔ گو میں کانگریس کا پرانا کارکن تھا اور دلی میں ۱۹۴۲ء کی تحریک "انگریزو ہندوستان چھوڑ جاؤ" میں مقامی کانگریسی لیڈروں کے ساتھ کام کرتا رہا تھا مگر ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد عام "دیش بھگت" بھرشٹاچار میں مبتلا ہو کر اپنی حقیقت کو بھول گئے تھے اس لیے مجھے ایسے خودداری کے نتیجے میں بے شمار تکلیفوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ انصاف نام کی چیز دیکھتے دیکھتے ختم ہو گئی اور نہ معلوم اب ہندوستان میں انصاف کا دوبارہ جنم کب ہوگا۔

میں بھی عام "دیش بھگتوں" کی طرح آسانی سے بہت روپیہ پیدا کر سکتا

تھا روپیہ گر بڑی چیز ہے مگر انسانیت، دیانتداری اور وطن پرستی اس سے بھی بہت بڑی چیزیں ہیں اور یہی میری منزل رہی ہے اور رہے گی۔

خیر یہ تو ایک جُملہ معترضہ تھا۔

"اُردو کے ہندو شعرا" اس لیئے مرتب کرنی پڑی کہ جن ہندو اور مُسلم لیڈروں اور ادیبوں کی آنکھوں پر تعصب کی موٹی تہہ جم گئی ہے اور وہ اُردو زبان کو مسلمانوں کی زبان کہتے ہیں یا اردو کو اپنے آبا کی جاگیر سمجھتے ہیں اُن کو بتلایا جائے کہ "اُردو زبان" کو پروان چڑھانے میں ہندو مسلم دونوں کا ہی برابر کا حصہ ہے اور یہ عالمگیر زبان مشترکہ ہے۔ اس زبان کے ذریعے ہندو مُسلم دونوں شاعروں نے ملک کے لوگوں کو انقلاب کے لیئے تیار کیا تھا اور اسی زبان کی تخلیقات نے "آزادی" کے ہمیں درشن کرائے ہیں۔

مُجھے ہر زبان سے اور خاص طور سے اردو زبان سے پیار ہی نہیں بلکہ عشق ہے۔ میں حُسن سے عشق نہیں کرتا کیونکہ وہ عارضی چیز ہے۔ میں کسی سیاسی عہدے سے بھی عشق نہیں کرتا کیونکہ وہ تو اور بھی زیادہ عارضی چیز ہے مگر......

زبان اور پھر اردو زبان سے جس کو بے شمار طوفان بھی مٹا نہ سکے اور نہ مٹا سکیں گے عشق کرتا ہوں اور اس عشق اور محبت کی وجہ سے یہ کتاب ترتیب دی گئی ہے تاکہ آنے والی نسلیں بھی فیضیاب ہو سکیں اور باہمی محبت کے آثار دیکھ سکیں۔

شکتی بھی شانتی بھی بھگتوں کے گیت میں ہے
دھرتی کے باسیوں کی مُکتی پریت میں ہے

عاشقِ اُردو ادب
جگدیش مہتہ درد
یکم جون ۱۹۷۲ء

اُردو

چہرہ صدیوں کی شاندار روایات سے تابندہ۔ آنکھوں میں وہ جادو جس نے خراسان و قندھار سے لے کر بنگالے تک کے لوگوں کو مسحور کیا۔ چہرے پر صبحِ بنارس کی تازگی۔ لبوں میں لکھنؤ کی حلاوت۔ گفتگو میں نرمی۔ پیکر میں رنگینیٔ شامِ اودھ کی۔

یہ ہے ہماری، آپ کی اور سب کی زبان ——

اُردو

کہنے کو جاننے والے سارے ملک میں ہیں۔ پڑھنے کو کوئی گھر نہیں۔ بلکہ اب چاہنے والوں سے مارنے والوں کی تعداد زیادہ ہے مگر بچانے والا قوی تر ہے۔ اِسی لئے آج تک زندہ ہے۔ اس کا فضل و کرم ہے۔ کچھ چاہنے والوں کا پیار اور مارنے والوں کی دھمکیوں اور مخالفتوں کی تاثیر ہے کہ ذکر اِس کا اِس سے بہتر ہے کہ اُن کی محفل میں ہے —— دِلّی میں جنم لیا مگر اب اِسے پہچاننے والے یا در گور ہیں یا در کتاب —— دل میں محبت کا طوفان اٹھانا ہو، عشق کی وارفتگی پیدا کرنی ہو، قہقہوں کا لطف لینا ہو یا آہوں کی گرمی پیدا کرنی ہو تو رات رات بھر یہی لوگ اس کے پروانے

کا کلام سنتے اور محظوظ ہوتے ہیں ـــــ مگر جب اس کی آبادکاری کا سوال ہو تو انہی کے چہرے لال پیلے ہو جاتے ہیں ـــــ یہ امیر خسرو کے گھر میں پیدا ہوئی۔ میر تقی میر نے سوز و گداز دیا۔ خواجہ میر درد نے روحانیت عطا کی۔ غالب نے معنوی رفعت بخشی۔ مومن نے رنگینی دی۔ ذوق نے خونِ جگر سے آبیاری کی۔ داغ نے اس کی دھوم مچائی۔ ابو الکلام آزاد۔ چکبست۔ لال چند فلک۔ میلا رام وفا، تلوک چند محروم اور مہتہ درد نے اس کے ذریعہ شعلہ بیانی کی اور آزادی کی جنگ لڑی۔ مہاتما گاندھی نے "ایشور اللہ تیرے نام" کے بھجن اسی زبان میں گائے۔ بھگت سنگھ نے انقلاب زندہ باد کا نعرہ دیا ـــــ اور نیتاجی سبھاش چندر بوس نے "جے ہند" کا تاریخی نعرہ دیا ـــــ لیکن ہند میں اس کا کوئی پرسانِ حال نہیں۔ مگر اب امید بندھ گئی ہے کہ گجرات اردو کمیٹی اس زبان کو زندۂ جاوید بنانے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرے گی۔

ماہِ کامل

ستاونؔ سال سے سو سال تک کے شعرا
کا کلام

مہتہ درد

پردہ رُخِ ہستی سے اُٹھانا ہے ابھی تو — ظلمت کو اُجالے سے ملانا ہے ابھی تو
ہر روز بدلتی ہوئی قدروں کے پُجاری — انسان کو انسان بنانا ہے ابھی تو

بات کو ایک دم نہ توڑے کوئی — سِلسلۂ کرم نہ توڑے کوئی
توڑ دے جام زندگی کا ، لیکن — دوستی کا بھرم نہ توڑے کوئی

دے اجازت جو دل تمھارا یارو — راستی سے کرو کنارا یارو
میں نے دیکھا ہے اس زمانے میں — جھُوٹ کا ہے بڑا سہارا یارو

بجا، عمل تو بڑا کارساز ہے ، لیکن — عمل فضول، میسّر اگر وسیلہ نہیں
وہ میکدے کی گلی ہو کہ یار کی دہلیز — میرے عزیز رسائی بغیر حیلہ نہیں

شعلۂ بغض و تعصب کو ہوا دیتی ہے — ایک اک نقشِ مروّت کا مٹا دیتی ہے
ہم نے دیکھا ہے ان آنکھوں سے اِسی دنیا میں — غرض انسان کو شیطان بنا دیتی ہے

(غیر مطبوعہ)

جوشؔ ملسیانی

پنڈت لبھو رام جوشؔ ملسیانی، پچھلی صدی کے آخر سے شعر کہتے ہیں۔ حضرت داغؔ دہلوی کے آخری بقید حیات شاگرد ہیں استاد فن کی حیثیت سے مسلّم ہیں۔ آپ کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ حکومت پنجاب سے ایوارڈ ملا ہے۔ غالبؔ کے کلام کی شرح بہت مقبول لکھی ہے، حال ہی میں حکومت ہند نے "پدم شری" کا اعزاز دیا ہے۔ عمر اس وقت ۸۶ سال ہے۔ ملک میں آپ کے متعدد شاگرد بھی شہرت پا چکے ہیں (سردار سورن سنگھ وزیر خارجہ حکومت ہند بھی آپ کے مکتبی شاگردوں میں ہیں)

انتخاب کلام

مسرور دلِ زار کبھی ہو نہیں سکتا
یعنی ترا دیدار کبھی ہو نہیں سکتا

سو رانہ ہر اک راز کے پردے میں ہیں پنہاں
دل محرمِ اسرار کبھی ہو نہیں سکتا

اب لطف و کرم پر بھی بھروسہ نہیں اسکو — اچھا نہ ترا بیمار کبھی ہو نہیں سکتا
ممکن ہے فرشتوں سے کوئی سہو ہوا ہو — میں اتنا گنہگار کبھی ہو نہیں سکتا
اعمال کی پرسش نہ کرے داورِ محشر — مجبور تو مختار کبھی ہو نہیں سکتا
غم ہیں کہ دبائے ہی چلے جاتے ہیں مجھکو — سر ہے کہ سبک سار کبھی ہو نہیں سکتا
کہتے ہیں مری عرضِ تمنّا پہ وہ ہنس کر — دیوانہ تو ہشیار کبھی ہو نہیں سکتا

آزارِ محبت ہی وہ آزار ہے اے جوشؔ
جو باعثِ آزار کبھی ہو نہیں سکتا

بُرا کہہ دیا یا بھلا کہہ دیا — بس اب ہم نے جو کہہ دیا کہہ دیا
یہ میری ہی جرأت تھی اے ہم نشیں — جو کہنا تھا وہ برملا کہہ دیا
چھپاتی تھی جس کو خموشی مری — نگاہوں نے وہ مدّعا کہہ دیا
وہ سُن کر ہوئے اور بھی پُرغضب — جنوں میں خدا جانے کیا کہہ دیا
اُنھیں کی رضا میں کٹی زندگی — غلط بھی سنا تو بجا کہہ دیا
تجھے ہم خطاوار کیوں کر کہیں — ترا تیر جب بے خطا کہہ دیا
اداکو ستم کہنے والوں نے بھی — سِتم کو تمھاری ادا کہہ دیا

دوا دردِ دل کی نہ جب مل سکی مرضِ ہی کو اُس کی دوا کہہ دیا
بڑی چیز ہے جوشؔ یہ زندگی
جسے آپ نے اک سزا کہہ دیا

محفل میں تو ہیں حبِّ وطن کی باتیں جلسوں میں بھی ہیں دار و رسن کی باتیں
باہر تو ہے اشتہار قربانی کا گھر میں ہیں وہی کام و دہن کی باتیں

جب ظلم کا سیلاب رواں ہوتا ہے جب کوئی غریب نوحہ خواں ہوتا ہے
مظلوم کی گردن پہ چھری چلتی ہے جب یارب اس وقت تو کہاں ہوتا ہے

وہ پاسِ ادب تھا دمِ عرضِ حال شکایت بھی لب پر دعا ہو گئی

نہ ملا ڈھب کا ٹھکانا کوئی اُسی کوچے میں گزارا ہوگا

میکدے میں بھی ہے ناصح موجود اب یہاں بھی نہ گذارا ہوگا

فراقؔ گورکھپوری

پروفیسر رگھوپتی سہائے فراقؔ گورکھپوری اس وقت ہندوستان میں اردو کے سب سے اہم شاعر تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ۱۸۹۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدا میں پی، سی، ایس اور آئی، سی، ایس میں اعزاز و انتخاب حاصل کیا۔ آپ نے ہندی، انگریزی، اردو تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کی ہے، ہندو فلسفۂ ویدانت کو اردو شاعری میں بڑی چابکدستی سے استعمال کیا ہے۔ ۱½ سال تحریک آزادئ وطن میں قید فرنگ بھی کاٹی۔ آل انڈیا کانگریس کے سکریٹری بھی رہے۔ انگریزی کے مقتدر پروفیسر کی حیثیت سے الہ آباد یونیورسٹی سے سبکدوشی حاصل کی۔ حکومت ہند کی ساہتیہ اکاڈمی کا نیشنل ایوارڈ نہرو ایوارڈ اور گیان پیٹھ کا قومی ایوارڈ حاصل کر چکے ہیں۔ ہر صنف سخن پر قدرت ہے۔ جمالیاتی رباعیاں آپ کی رومانی رنگینی کی عکاس ہیں۔

انتخابِ کلام

شامِ غم کچھ اس نگاہِ ناز کی باتیں کریں — بیخودی بڑھنے لگی کچھ راز کی باتیں کریں
پھر قفس کی تیلیوں میں چھن رہا ہے نور سا — کچھ فضا کچھ حسرتِ پرواز کی باتیں کریں

ہم سے کیا ہو سکا محبت میں — تو نے تو خیر بے وفائی کی

جب دل کی وفات ہو گئی ہے — ہر چیز کی رات ہو گئی ہے
اس دور میں زندگی بشر کی — بیمار کی رات ہو گئی ہے
اِکا دُکا صدائے زنجیر — زنداں میں رات ہو گئی ہے

قاصد پیام کو تو بے جا نہ طول دینا — بس اس قدر ہی کہنا، آنکھیں ترس گئی ہیں

عالمِ نرمیٔ نگاہ نہ پوچھ — جیسے پہلی شعاعِ صبحِ ازل

ڈھونڈتی ہیں اسی میخوار کو آنکھیں ساقی جس نے میخانہ بنایا ترے میخانے کو

کبھی صبحِ ازل کی دھوپ اترتے تم نے دیکھی ہے
نہ پوچھو کچھ، نگاہِ یار کی دوشیزگی کیا تھی

ایک مدت سے تری یاد بھی آئی نہ ہمیں اور ہم بھول گئے ہوں تجھے ایسا بھی نہیں

بہت دنوں میں محبت کو یہ ہوا معلوم جو تیرے ہجر میں گذری وہ رات رات ہوئی

اک عمر کٹ گئی ہے ترے انتظار میں ایسے بھی ہیں کہ کٹ نہ سکی جن سے ایک رات

بہت نہ بیکسیٔ عشق پہ کوئی روئے کہ حسن کا بھی زمانے میں کوئی دوست نہیں

ذرا وصال کے بعد آئینہ تو دیکھ اے دوست
ترے شباب کی دوشیزگی نکھر آئی

قاصرؔ

میرا نام برہم ناتھ ہے، ذات دت، ۱۱ ربھادوں سمہ ۱۹۴۹ بکرمی کو ویرم دتاں (پاکستان) کے ایک کھاتے پیتے علم دوست گھرانے میں پیدا ہوا، تخلص قاصرؔ ہے، حکیم فیروز الدین طغرائی سے تلمذ ہے۔ سمہ ۱۹۱۳ء سے شعر کہتا ہوں۔ سمہ ۱۹۶۹ء میں صدر جمہوریہ ہند نے "پدم شری" کے اعزاز سے نوازا۔ ۱۴ ۱/۲ کتابوں کا مصنف ہوں۔ پنجاب سرکار نے ۷ کتابوں پر اور مرکزی سرکار نے ایک کتاب پر انعام دیا ہے۔

انتخاب کلام

مجھ مست کی نگاہ ہے بس جام کی طرف
دیکھے تو کوئی اس ہوسِ خام کی طرف

جو سر جھکا نہ کعبۂ اسلام کی طرف
کیوں سجدہ ریز ہے درِ اصنام کی طرف

کعبے کی سمت اٹھنے لگے پائے برہمن
اور شیخ وقت کے قدم اصنام کی طرف

ہے زیست اضطرابِ مسلسل سے ربط و ضبط
مرگِ ابد ہے منزلِ آرام کی طرف

ملتا نہیں ہے لفظ کوئی ترجمانِ شوق
کھنچتا ہوں ایک جلوۂ بے نام کی طرف

کہتے ہیں جس کو زیست وہ تمہیدِ مرگ ہے
آغاز سے نظر رہی انجام کی طرف

جب سے پڑا ہے محفلِ رنداں میں تفرقہ
حیرت سے دیکھتا ہے سبو جام کی طرف

ہیں بے نیازِ کون و مکاں پختہ کارِ عشق
مائل نہ ہوں گے وہ ہوسِ خام کی طرف

قاصر بنا دیا ہے نکما یہ عشق نے
دل کو نہیں ہے میل کسی کام کی طرف

وفاؔ

پنڈت میلا رام وفاؔ ہندوستان کے مشہور شاعر بھی ہیں اور مجاہد بھی۔ بڑے سادہ اور نیک طبیعت کے مالک ہیں۔ پنجاب سرکار کے راج کوی ہیں۔ دیش کے بٹوارہ سے پہلے صوبہ پنجاب کے مسلمان شعرا اور ادیب آپ کو ہی اردو زبان کا مستند ہندو شاعر مانتے تھے۔ آپ نے ملک کی آزادی کے لئے بھی کافی قربانیاں دی ہیں۔ آپ اخبار نویس اور اعلیٰ درجہ کے ادیب بھی ہیں۔

انتخاب کلام

ضامنِ بہبودِ خاص و عام ہے جمہوریت
عافیت کا ایزدی پیغام ہے جمہوریت
شاہکارِ حکمتِ ایام ہے جمہوریت
پاس دارِ حرمتِ اقوام ہے جمہوریت

آئینہ کہئے جسے جمہور کے جذبات کا
وہ حکومت کا نظام نام ہے جمہوریت
تقویت ملتی ہے جس سے قومیت کی روح کو
حرّیت کا وہ مفرح جام ہے جمہوریت
تابعِ ماحولِ استحکام ہے آسودگی
خالقِ ماحولِ استحکام ہے جمہوریت
سرفروشانِ وطن کے لازمی ایثار کا
بیش قیمت بے بہا انعام ہے جمہوریت
شرط ہے صدق و صفا جمہوریت کے واسطے
ورنہ اک مکر و ریا کا دام ہے جمہوریت

نہ بھولے گا نہ بھولے گا قیامت تک نہ بھولے گا
سکھایا جو سبق بھارت نے وحشی جنگ بازوں کو
بہادر شیر دل شمشیر زن ہندی جوانوں نے
گرایا سر کے بل شوریدہ سر گردن فرازوں کو

ملاؔ

نام آنند نرائن، ملاؔ تخلص، مولد لکھنؤ، سالِ ولادت ۱۹۰۱ء، اہم شاعروں میں سے ہیں۔ ان کے والد ماجد پنڈت جگت نرائن ملاؔ لکھنؤ کے ممتاز وکیل تھے۔ نسلی اعتبار سے کشمیری برہمنوں کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، مادری زبان اردو، آغوشِ مادر میں پڑھی ایم اے اور وکالت پاس کرنے کے بعد لکھنؤ میں وکالت شروع کی۔ شعر و سخن سے فطری لگاؤ کے سبب بچپن ہی سے شعر کہنے لگے تھے۔ ۱۹۲۶ء سے اردو شعر کہنا شروع کیا۔ ملاؔ کی شاعری ذہنی و فنی شعور کی حامل ہے سادہ اور مناسب الفاظ کی بندش بڑے سلیقے سے کرتے ہیں۔ قومیت وطنیت اور انسانیت ان کے فکر و نظر کا مرکز ہے اور انھیں کو مختلف ڈھنگ سے مختلف پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔ ایم پی ہیں اور اردو تحریک کے نمایاں سرگرم رکن۔ فی الحال دلی میں مقیم ہیں۔

انتخاب کلام

وہی قانون ہیں قدرت کے کرم یا بیداد
عدل تو بندۂ مجبور کا اک خوابِ حسیں

لب تہذیب کا انداز بیاں ہے، ورنہ
شکر میں کونسی شے ہے جو شکایت میں نہیں

جنت اُجڑی ہے تو کیا ہم سے فرشتوں کو گلا
ہم نکالے بھی گئے اور لبسائیں بھی ہمیں

ابھی شباب ہے کر لوں خطائیں جی بھر کے
پھر اس مقام پہ عمرِ رواں ملے نہ ملے

آنکھوں میں کچھ نمی سی ہے ماضی کی یادگار
ہم نکالے بھی گئے اور لبسائیں بھی ہمیں

جگر بریلوی

جناب شیام موہن لال جگر بریلوی ریٹائرڈ تحصیلدار ہیں۔ اپنے سروس کے زمانہ میں بہت خوددار اور ایماندار تھے اس لئے ترقی نہ کرسکے کئی کتابوں کے مصنف ہیں جنھیں تاریخی کہا جاسکتا ہے۔ آجکل بیرسٹر رہ رہے ہیں لکھنے پڑھنے سے معذور ہیں۔

انتخابِ کلام

تنگ آکے ہم نے پردۂ غیرت ہٹا دیا
چیرا دل اور داغِ محبّت دکھا دیا

رکھا خدا نے ہم کو محبت میں سربلند
کیا دین تھی کہ اک دلِ بے مدّعا دیا

خاطر میں کچھ نمودِ مسرت اگر ہوئی
آنکھیں بھر آئیں، دل وہیں کچھ مسکرا دیا

اندازہ کر کے دل نے کسی کے مزاج کا
ہر آرزو کو زہر پلا کر سُلا دیا

آتے ہوئے جو دیکھی فلک سے کوئی بلا
یاد اُن کو کر کے ہم نے وہیں سر جھکا دیا

غم کا بھی تم نے لطف نہ لینے دیا کہ آہ
لے کر خوشی کا نام کلیجہ ہلا دیا

ہم نے سمجھ کے غمکدۂ زندگی کا راز
مدّت ہوئی چراغِ تمنّا بجھا دیا

تھا تو محال عشق و شریعت کا اتّصال
ہم نے مگر محال کو ممکن بنا دیا

کچھ تو ہمیں نے سمجھا نہ دشوار عشق کو
کچھ آزمائشوں نے کلیجا بڑھا دیا

دل میں لگائی آتشِ عشق اس طرح جگرؔ
ہر رُخ سے جس نے حُسن کا جلوہ دکھا دیا

آنور

ڈاکٹر منوہر سہائے آنور اردو کے انفرادیت پسند اور قادر الکلام شاعر ہیں، آپ یکم جنوری ۱۹۰۱ء کو سہل گڑھ (ایم پی) میں پیدا ہوئے آپ کے نانا دیوان ریوتی سہائے رتیغیؔ اور پرنانا دیوان نرنجن سہائے شائقؔ فارسی کے جیّد عالم اور زود گو شاعر تھے ان دونوں بزرگوں نے ان کی تعلیم کا آغاز فارسی سے کیا اس کے بعد جدید وضع کی تعلیم حاصل کی

آنور صاحب نے اپنی شاعری کا آغاز فارسی سے کیا، اپنی ابتدائی غزلیں اپنے نانا کو دکھائیں اور اردو کی چند غزلوں پر خواجہ الطاف حسین حالی سے اصلاح لی۔ آپ شاعری میں مقصدیت اور افادیت کے قائل ہیں لیکن خطابت کو شاعری کے دائرے سے خارج سمجھتے ہیں مختلف موضوعات سے متعلق ۷ کتابوں کے انگریزی سے اردو میں ترجمے کئے ہیں جو اشاعت پذیر ہو کر مقبول ہو چکے ہیں۔

انتخابِ کلام

کرم اُن کا اُمید افزا نہیں ہے
کبھی ہوتا کبھی ہوتا نہیں ہے

ابھی سے ہو چلا ہوں خود فراموش
ابھی اُس نے اِدھر دیکھا نہیں ہے

بہت ہے یہ بہت تھوڑا کرم بھی
بہت تھوڑا بہت تھوڑا نہیں ہے

ہمارے پاس جب ہوتے نہیں وہ
کوئی ان کے سوا ہوتا نہیں ہے

اُدھر بھی کچھ نہ کچھ ہے بیقراری
مگر کچھ اس طرح گویا نہیں ہے

تڑپ کر گر پڑی برقِ تجلّے
ابھی پورا حجاب اٹھا نہیں ہے

نہیں ہے اب ہمیں اپنی خبر بھی
تمھیں اس کی خبر ہے یا نہیں ہے

وہاں پہنچا دیا ہے بے خودی نے
جہاں امروز ہے فردا نہیں ہے

نشانِ منزلِ مقصود انور
نشانِ منزلِ عنقا نہیں ہے

دور تک ہزار بار اک اُمید لے گئی
گھر ہی پیش آ گئے کتنے سفر مجھے

شاداں گوالیاری

نام بابو اوماشنکر ورما، تخلص شاداں، ۳۰ر اگست ۱۹۰۷ء کو گوالیار میں پیدا ہوئے۔ اردو، فارسی اور انگریزی کی تعلیم مقامی اسکول اور کالج میں حاصل کی۔ ۱۹۲۵ء سے شعر کہتے ہیں۔ غزلیں بڑی تیکھی ہوتی ہیں بلند سے بلند مضامین بھی غزل کی روح کو مجروح نہیں ہونے دیتے۔

انتخابِ کلام

ان کو دیکھا تو ہوئی دل کو تمنائے غزل
پھر وہی درد کی دنیا وہی سودائے غزل
دیکھئے آج ہیں مشہورِ زمانہ دونوں
آپ کی چشمِ غزالی، مرا سودائے غزل
مجھکو یہ خوف ہے شاداں کہ مرے بعد کہیں
کسی نا اہل کے ہاتھوں میں نہ پڑ جائے غزل

نوبہار صابرؔ

نوبہار صابر ۱۱ر نومبر ۱۹۰۷ء کو ٹوہانہ (ہریانہ) میں پیدا ہوئے۔ ماڈل اسکول پٹیالہ سے میٹرک پاس کیا۔ شاعری کا ذوق فطری ہے۔ ان کا خداداد وجدان کسی کی تقلید سے آلودہ نہیں۔ ان کی تصنیف "کارواں خیالوں کے" پر حکومت ہریانہ نے پہلا انعام دیا۔

انتخاب کلام

دیوانوں کو ناحق کوسیں، دیوانوں کی کب مانیں لوگ
سب فتنے برپا کرتے ہیں دنیا میں فرزانے لوگ
کل جس کو سودائی کہہ کر سب نے پتھر مارے تھے
آج اس کی ارتھی پر لائے پھولوں کے نذرانے لوگ
صابرؔ غم سے گھبرا کر جب ذہن توازن کھو بیٹھا
غم خواری کا چولا پہنے آ پہونچے سمجھانے لوگ

آمن لکھنوی

شری گوپی ناتھ آمن کا لستھ ہیں۔ بچپن سے ہی کٹر کانگریسی ہیں روزانہ "پرتیج" کے ادارۂ تحریر میں برسوں کام کرتے رہے ہیں۔ دہلی اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر اور دہلی سرکار کے وزیر ترقیات رہ چکے ہیں۔ پبلک ریلیشن کمیٹی صوبہ دہلی کے کئی برس چیرمین رہے ہیں۔ کافی عرصہ سے بیمار چلے آرہے ہیں اور چلنے پھرنے سے اب معذور ہیں۔

انتخابِ کلام

گذرتے قافلہ کا اب نہیں کوئی نشاں باقی
نقوشِ پائے رہبر اور نہ گردِ کارواں باقی
یہ سنتے ہیں کبھی رسمِ محبت عام ہوتی تھی
مگر اب دورِ حاضر میں نہیں کوئی نشاں باقی

حرم سے شیخ مندر سے برہمن نکلے جاتے ہیں
رہے گی تابہ کے آوازِ ناقوس و اذاں باقی

وہ سوزِ دل نہیں باقی مگر آہیں نکلتی ہیں
کہ شعلے بجھ چکے ہیں اور پھر بھی ہے دھواں باقی

رسائی تا بہ منزل ہے کٹھن، سب بوالہوس سُن لیں
ابھی راہِ محبّت میں بہت ہیں امتحاں باقی

کوئی تو کام ایسا کر چلو اس دہرِ فانی میں
دلِ احباب میں جس سے رہے نام و نشاں باقی

اب آیا دورِ پیری اور نقاہت بڑھتی جاتی ہے
عمل کا جوش آمنؔ ناتواں اب کہاں باقی

قصّۂ حضرتِ یوسف تو سنا تھا لیکن
بھائی بھائی میں عداوت کبھی ایسی تو نہ تھی

یوں تو دیکھے ہیں کئی دورِ سیاست ہم نے
آمن کے نام سے نفرت کبھی ایسی تو نہ تھی

عرش ملسیانی

نام پنڈت بالمکند، تخلص عرش، ۲۰ر ستمبر ۱۹۰۸ء کو پیدا ہوئے۔ عرش کے والد ماجد حضرت جوش ملسیانی اردو فارسی کے جلیل القدر عالم اور اردو کے زبردست مشہور و معروف شاعر ہیں۔ ان کی ابتدائی تعلیم ملسیان اور نکودر میں ہوئی۔ پرائیویٹ بی اے کیا۔ ماہنامہ "آجکل" کے مدیر بھی رہ چکے ہیں۔ عرش کا مطالعہ بساطِ فرش سے بالاتر ہے۔ مضمون کی ندرت کے ساتھ زبان پر قدرت سونے پر سہاگہ ہے۔

انتخابِ کلام

آگ ہی آگ ہے گلشن یہ کوئی کیا جانے
کس نے پھونکا ہے نشیمن یہ کوئی کیا جانے

نہ کہیں سوزن و رشتہ نہ کہیں بخیہ گری!
سربسر چاک ہے دامن یہ کوئی کیا جانے

دل ہے خود اپنا ہی دشمن یہ کوئی کیا جانے
کوئی قاتل ہے نہ رہزن یہ کوئی کیا جانے

حُسن ہر حال میں ہے حسن برافگندہ نقاب
کوئی پردہ ہے نہ چلمن یہ کوئی کیا جانے

زیست کے زہر کو تریاق بھی کہتے ہیں مگر
جان لیوا ہے یہ ناگن یہ کوئی کیا جانے

ٹوکنے والوں کی حسرت میں ہیں اب رندِ ملول
ختم ہیں شیخ و برہمن یہ کوئی کیا جانے

دیکھتے پھرتے ہیں لوگ آئینے سیّاروں کے
دل کا گوشہ بھی ہے درپن یہ کوئی کیا جانے

اب سیاست میں کہاں حُسنِ ارادت کا خلوص
بن گئی یہ بھی ہے اک فن یہ کوئی کیا جانے

عرشؔ اونچا تھا سرِ فن کبھی با فخر و غرور
اب تہِ تیغ ہے گردن یہ کوئی کیا جانے

ساحرؔ ہوشیار پوری

تاریخ ولادت ۵ مارچ ۱۹۱۳ء ۔ ہوشیار پور کے ایک خوش حال اور معزز گھرانے سے تعلق رکھتا ہوں ۔ تعلیم کے مدارج طے کر کے ۱۹۳۵ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے فارسی میں ایم اے کیا ۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں ترکِ وطن کے بعد کان پور سے ماہنامہ ’چندن‘ جاری کیا ۔ سلسلہ تجارت کی مصروفیات نیز ادبی سرگرمیوں اور ذہنی آوارگی کے مشغلے کلکتہ ، بمبئی مدراس ، کانپور ، لاہور ، کراچی ، بنارس ، بنگلور کی فضاؤں میں پرواز کرتے رہے ۔ ابوالفصاحت حضرت جوشؔ ملسیانی سے شرف تلمذ ہے ۔ خاندانِ داغؔ کی متروکات کا پابند ہوں ۔ چالیس برس سے اردو کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے ۔ رسم خط کو تبدیل کرنے کا سخت مخالف ہوں اور اس حقیقت پر ایمان رکھتا ہوں کہ اردو صرف زندہ ہی نہیں رہے گی بلکہ دنیا کی زندہ و تابندہ زبانوں کی طرح ترقی بھی کرتی رہے گی ۔ مجموعہ غزلیات ”سحرِ غزل“ سنہ ۱۹۵۹ء میں طبع ہوا ۔ دوسرا مجموعہ ”سحرِ نغمہ“ جشن ساحر کی تقریب پر ۱۵ اگست

۱۹۷۰ء کو اردو کے عظیم ادیب و ماہر غالبیات لالہ مالک رام نے ریلیز کیا۔

انتخاب کلام

آرزوئے کامرانی سعیِ لاحاصل میں ہے
دور ہوں منزل سے پھر بھی ہر قدم منزل میں ہے

مطمئن چہرہ، چہکتے ہونٹ، رخشندہ جبیں
کون سمجھے غم کی وہ شدت جو میرے دل میں ہے

دیکھنے کو آج انساں ہے سرافرازِ جہاں
سوچئے تو آج کا انساں بڑی مشکل میں ہے،

قہقہے، نغمے، بہاریں، شوخیاں، رعنائیاں
زندگی کا ہر تصور آپ کی محفل میں ہے

بچ کے طوفانوں سے کشتی غرقِ ساحل ہو گئی
عافیت ہی عافیت اب دامنِ ساحل میں ہے

آرزو کی موت، پھر اک آرزو، پھر اس کی موت
یہ قیامت زندگی بھر ہر بشر کے دل میں ہے

قیس جالندھری

امر چند قیس کا مستقل قیام بستی کلاں ضلع ہوشیار پور (پنجاب) میں ہے۔ اکثر مشاعروں اور ریڈیو پر اپنا بلند پایہ کلام براڈ کاسٹ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا شمار ہندوستان کے ممتاز شاعروں میں ہوتا ہے۔

انتخابِ کلام

مانتے ہیں ابتدائے دوستی ہم سے ہوئی
کیا خطا اس کے سوا کچھ اور بھی ہم سے ہوئی

اب نہ منزل کا نشاں کوئی نہ گھر کی کچھ خبر
کیا کہیں اے خضر! کیا بے رہ روی ہم سے ہوئی

عشق میں غیرت نے آخر حُسن پیدا کر دیا
دیکھ کر خود دار، انھیں وابستگی ہم سے ہوئی

قیس! یہ روشن تھا وہ ہے دشمنِ مہر و وفا
باوجود اس کے بنائے دوستی ہم سے ہوئی

مغموم

باوا گوپال کرشن مغموم نظم و غزل دونوں کہتے ہیں مرحوم علامہ منور لکھنوی کے فارغ الاصلاح شاگردوں میں ہیں۔ گاہے گاہے نثر بھی لکھتے ہیں۔

انتخابِ کلام

باغِ اُلفت کا اِک گُلِ شاداب — جس پہ قُربان رُوحِ حُسن و شباب
کھو گیا اک خزاں کی وادی میں — وہ مری زلیست کا سُنہرا خواب

پیکرِ رنگ و نُور و نکہت ہے — تو لطافت ہے تُو نفاست ہے
حُسنِ صورت نہ حُسنِ سیرت ہے — تُو تو سرتا بپا محبّت ہے!

رات کو نیند جب اُچٹتی ہے — تیرا نادیدہ قُرب پاتا ہوں
ایک مانُوس سی مہک کے طفیل — تیری دُنیا میں لوٹ جاتا ہوں

سحر

کنور مہندر سنگھ بیدی سحر رئیس ابن رئیس خاص امرائے پنجاب میں سے ہیں۔ بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر دہلی و پنجاب میں فائز رہے عنفوان شباب سے شعر کہتے ہیں۔ نواب پاٹودی مرحوم، خواجہ محمد شفیع سید عزیز حسن بقائی اور استاد بیخود دہلوی کی محبت نے پختہ گو شاعر اور اردو کا شیدائی بنایا۔ قومی یکجہتی، ہندو مسلم اتحاد آپ کے لئے جزو ایمان ہیں۔ تمام ہند و پاک کے عظیم مشاعروں میں شرکت کرتے ہیں۔ ادیب نواز اور ادب نواز ہیں۔ عموماً مشاعروں میں میر مشاعرہ ہوتے ہیں اور اس فن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ فروری، مارچ ۱۹۵۰ء میں لال قلعہ کا پہلا جشن جمہوریت آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ غالب صدی کی تقریبات میں اپنے ہمراہ کئی شعراء کو لندن وغیرہ کے دورے پر لے کر گئے تھے۔ ۱۹۴۱ء سے دہلوی ہیں۔

انتخابِ کلام

ان شوخ حسینوں کی نرالی ہے ادا بھی
بُت بن کے سمجھتے ہیں کہ جیسے ہیں خدا بھی

گھبرا کے اُٹھی ہے مری بالیں سے قضا بھی
جاں بخش ہے کتنی ترے دامن کی ہوا بھی

یُوں دیکھ رہے ہیں مری جانب وہ سرِ بزم
جیسے کہ کسی بات پہ خوش بھی ہیں خفا بھی

مایوسِ محبت ہے نوکر اور محبّت
کہتے ہیں جسے عشق مرض بھی ہے دوا بھی

تجھ ہی پہ یہ ہے کہ تو کس حال میں کاٹے
جاپیا تو حقیقت میں سزا بھی ہے جزا بھی

ہر لحظہ مکیں دل میں تری یاد رہے گی
بستی یہ اُجڑنے پہ بھی آباد رہے گی

وہ زلفِ پریشاں کا سنوارے نہ سنورنا
وہ اُن کے بگڑنے کی ادا یاد رہے گی

ضیا فتح آبادی

نام مہر لال سونی، تخلص ضیاؔ، وطن فتح آباد ضلع امرتسر، تاریخ پیدائش ۹ فروری ۱۹۱۳ء۔ جائے پیدائش سابق ریاست کپورتھلہ۔ تعلیم مہاراجہ ہائی اسکول جے پور سے میٹرک ۱۹۲۹ء۔ ہندو سبھا کالج امرتسر سے ایف اے ۱۹۳۱ء میں۔ فورمن کرسچن کالج سے بی اے ۱۹۳۳ء اور وہیں سے ایم اے انگریزی ۱۹۳۵ء میں۔ ملازمت ریزرو بنک میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۷۱ء تک۔ شادی ۱۹۴۲ء میں ہوئی۔ جون ۱۹۳۰ء میں علامہ سیماب اکبرآبادی کے حلقۂ تلامذہ میں داخل ہوا۔ قطعات کا مجموعہ "طلوع" ۳۳ء میں شائع ہوا۔ نظموں کا مجموعہ "نورِ مشرق" دسمبر ۱۹۳۷ء میں اور "ضیا کے سو شعر" ۱۹۳۸ء میں چھپے۔ "نئی صبح" کے نام سے ۱۹۵۱ء میں اور "گردِ راہ" کے عنوان سے ۱۹۶۲ء میں دو مجموعۂ کلام منظرِ عام پر آئے۔ ملازمت کے سلسلے میں کانپور، دہلی، مدراس اور بمبئی میں قیام رہا۔

انتخابِ کلام

دل کی مقصود انھیں تنہا ہی ہے
مجھ پہ الزام بے گناہی ہے

روزِ تخلیق ہی سے حُسن کی خو
کم نگاہی ہے، کج کلاہی ہے

اگر اک روز آگئی لب پر
میرے دل نے جو بات چاہی ہے

دور ساحل ہے، رات طوفانی
اب مرا ناخدا، خدا ہی ہے

رہ گئی صبح آتے آتے کہاں
دور تک رات کی سیاہی ہے

کیوں نہ دونوں قدم ملا کے چلیں
میں بھی راہی ہوں، تُو بھی راہی ہے

بیدآر

پروفیسر کرپال سنگھ بیدآر کو شمس العلماء علامہ تاجور نجیب آبادی اقبالؔ کا ہم پایہ قرار دیتے تھے۔ پنجاب سرکار نے انھیں "شاعر اعظم" قرار دیتے ہوئے اعزاز پیش کیا۔ آج کل آپ گورنمنٹ کالج پٹیالہ کے پرنسپل ہیں۔

انتخاب کلام

میں ایک شاعرِ آزاد ہوں، غلام نہیں
مری جبیں کو کسی آستاں سے کام نہیں

درونِ سینہ دلِ بے نیاز رکھتا ہوں
چھپا کے خاک میں گردوں کا راز رکھتا ہوں

جہاں کے عیش و طرب کی مجھے ہوس کیوں ہو؟
چمن طراز کو پروائے خار و خس کیوں ہو؟

بنائے فقر پہ قائم ہے سروری میری
قلندری سے بنی ہے تونگری میری

مجھے کسی کی شکایت سے واسطہ کیسا؟
امید جب نہیں رکھی تو پھر گلہ کیسا؟

کسی امیر سے مطلق نہیں غرض کوئی
مرے ضمیر کو لاحق نہیں مرض کوئی

کسی حریف سے مانگی نہیں خودی میں نے
خود اپنی آگ سے لی ہے یہ روشنی میں نے

وزیر و شاہ کی صحبت سے دور رہتا ہوں
خدا کے بعد خود اپنے حضور رہتا ہوں

منوہر

منوہر لال نام، منوہر تخلص۔ پیدائش ۱۹۱۰ء قصبہ بہادر گڑھ ضلع روہتک۔ شاگرد عبدالصمد اخگر (جو داغ کے شاگرد تھے)

انتخابِ کلام

ہمیشہ کفر و ایماں کی حدوں سے دور رہتا ہوں
کسی پردہ نشیں کی یاد میں مسرور رہتا ہوں
مجھے کچھ غرض کعبہ سے نہ بت خانے سے مطلب ہے
فقط اک جامِ وحدت کے نشہ میں چور رہتا ہوں

کہاں ہے اب وہ پہلا سا قرینا دلِ ناداں جہاں کے میکدہ کا
جھپٹ لے ہاتھ سے ساقی کے مینا اگر ہے جام پینے کی تمنا

روشن پٹیالوی

پٹیالہ میں وکلا کے ایک مشہور خاندان میں ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوا۔ پہلے عاصی گیاوی سے اور پھر ڈاکٹر منوہر سہائے انور سے اصلاح لی۔

انتخابِ کلام

لمحے آرام و مسرت کے تو کم آتے ہیں
زندگانی میں مری سینکڑوں غم آتے ہیں

دیکھکر جن کو لرز جائیں عزائم میرے
جادۂ زیست میں کچھ ایسے بھی خم آتے ہیں

وقت کے دھارے کو تبدیل جو کر دیں پھیر
ایسے انسان جب آتے ہیں تو کم آتے ہیں

ان کے انوار سے ہو جاتا ہے روشن یہ دل
یاد جب مجھکو کبھی ان کے کرم آتے ہیں

اثر سکندر آبادی

پرمانند سروپ نام، اثر تخلص، قوم کائستھ بھٹناگر، پیدائش: ۲۸ر اگست ۱۹۰۲ء، پیشہ زمینداری۔ شاگرد مفتوں شکوہ آبادی اور حضرت نوح ناروی۔

انتخاب کلام

ساقی سے یہ کہنا ہے کہ میخوار ہوں میں
زاہد سے ہے اقرار کہ دیندار ہوں میں
دنیا سے الگ ہے مری دنیا داری
دم دیتا ہوں دونوں کو وہ عیار ہوں میں

جام مے بے شمار پیتا ہوں
روز مرّہ اُدھار پیتا ہوں
رکھ کے توبہ کو سامنے ساقی
ہو کے میں شرمسار پیتا ہوں

ہنر امرتسری

سردار پورن سنگھ ہنر ساری زندگی پرائمری سکول میں ٹیچر رہے ہیں۔ اب امرتسر میں ریٹائرڈ زندگی گذار رہے ہیں۔ سروشری لچھمنداس شائق۔ ڈاکٹر منوہر سہائے انور اور حضرت جوش ملسیانی ایسے اعلیٰ درجہ کے استاد شاعروں سے اصلاح لیتے رہے ہیں۔ ریڈیو اور مشاعروں میں اپنا کلام پڑھتے رہتے ہیں

انتخاب کلام

آگیا اے دلِ بے قرار آگیا — دیکھ وہ غیرتِ نو بہار آگیا
آپ ناحق نہ اپنی قسم کھائیے — آپ کی بات کا اعتبار آگیا
عشق پر مجھکو ناز اس قدر کیوں نہ ہو — اپنی صورت پہ ان کو بھی پیار آگیا
کون سی آرزو آج پوری ہوئی — لب پہ کیوں شکرِ پروردگار آگیا

ہم خزاں ہی کے شاکی رہے اے ہنر
ساری دنیا میں دورِ بہار آگیا

ثمر ملتانی

ڈاکٹر بھوانی داس ثمر اردو فارسی کے ریٹائرڈ ٹیچر ہیں۔ اکثر مشاعروں اور ریڈیو پر اپنا مزاحیہ کلام براڈ کاسٹ کرتے رہتے ہیں۔ بہت ہی محبت نواز بزرگ ہیں۔ ان کا مجموعۂ کلام بھی شائع ہو چکا ہے۔

انتخاب کلام

مٹ گئے جب دوستو روحِ رواں آیا تو کیا
ساتھ ارتھی کے مری جانِ جہاں آیا تو کیا

کیوں یہ لیڈر گھورتا ہے مے کی بوتل کی طرف
مے سودیشی لے کے وہ پیرِ مغاں آیا تو کیا

شوق میں دیدار کے دی جان ہم نے اے ندیم
ہو کے بے پردہ اگر وہ جانِ جاں آیا تو کیا

دل خدا کا گھر ہے ظالم اس کی بربادی نہ کر
عرض کرنے پر ثمر گر ان کے ہاں آیا تو کیا

سحر عشق آبادی

علامہ سحر عشق آبادی کے کلام اور خاص کر فن عروض کے متعلق اکثر ہند و پاک کے مشہور شاعروں اور نقادوں نے تعریفیں کی ہیں اور ان کی خدمت ادب کو بھی سراہا ہے۔

انتخابِ کلام

امداد ہو بے طلب یہ ہے خیر کی راہ
بیواؤں یتیموں کے بنیں پشت پناہ
اے سحر مکر جائیں جو وعدہ کر کے
لاحول ولا قوۃ الا باللہ

سرکس میں انوکھا یہ تماشا دیکھا
اک ظرف میں پانی شیر بکری نے پیا
ہے عرض مری راشٹرپتی سے باادب
یہ نکتہ سمجھ کر مجھے سمجھائیں ذرا

طالبؔ چکوالی

شری منوہر لال کپور طالبؔ چکوالی ضلع جہلم (مغربی پاکستان) کے رہنے والے ہیں۔ لاگریجوایٹ ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔ طالبؔ صاحب شاعری کو زندگی کا عکس سمجھتے ہیں۔ معزز خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۶ء تک چکوال میں وکالت کرتے رہے۔ ۱۹۳۷ء سے ۱۹۴۷ء تک بیوپار میں گزارے اور آجکل قریباً ریٹائرڈ لائف گزار رہے ہیں۔

انتخابِ کلام

دلبری قاضیِ حاجات کہاں تھی پہلے
دلکشی سب سے بڑی بات کہاں تھی پہلے
آج کل حسن خدا کو بھی گرا سکتا ہے
حسن میں ایسی کرامات کہاں تھی پہلے

کیوں خلوتِ دل جلوہ گہہِ ناز نہیں ہے
کیا حسن میں باقی کوئی اعجاز نہیں ہے
نغمات سے معمور ہے طالبؔ کی خموشی
منت کشِ موسیقی و آواز نہیں ہے

اکملؔ جالندھری

پنڈت رام پرتاپ اکملؔ ریلوے میں تیس برس سروس کرنے کے بعد آج کل ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وقت کاٹنے کی خاطر ٹرانسپورٹ کمپنی میں کام کر رہے ہیں۔ مرحوم نہالؔ سیوہاروی کے شاگرد ہیں۔ نہال صاحب جب پاکستان تشریف لے گئے تو اکملؔ صاحب نے علامہ منورؔ لکھنوی سے مشورہ لینا شروع کر دیا۔ اکملؔ صاحب کا شمار ہند کے ممتاز شعراء میں ہوتا ہے۔ "بوئے گل" ان کا مجموعۂ کلام ہے جو ۱۹۵۵ء میں شائع ہوا تھا۔

انتخابِ کلام

کیا حال ہوا دل کا حسرت ہے نہ ارماں ہے
ہر جوشِ مسرت کا اللہ نگہبان ہے
کیا تفرقہ ڈالا ہے بے دردِ محبت نے
میں دل سے پریشاں ہوں دل مجھ سے پریشاں ہے

یہ گریۂ پیہم ہے تمہید قیامت کی
ہر اشک میں سو موجیں ہر موج میں طوفاں ہے
گردِ رہِ جاناں کا فیضان جزاک اللہ
جو خاک بداماں تھا اکسیر بداماں ہے
ہر جوشِ مسرّت کا انجام ہے غم اکملؔ
ہر صبح کے پہلو میں اک شامِ غریباں ہے

محبت کا جو حاصل ہے اسے دل یاد کرتا ہے
کہ ہر زخمِ جگر شمشیرِ قاتل یاد کرتا ہے
یہ آہیں، یہ فغاں، یہ اشک آخر آپ کیا سمجھیں
گذر جاتی ہے جو دل پر اسے دل یاد کرتا ہے
مری ناکامیوں کا ہائے یہ عالم الٰہی توبہ
کہ اب مجھکو مرا دل بھی بمشکل یاد کرتا ہے
مثل مشہور ہے اکملؔ کہ دل کو راہ ہے دل سے
تعجب کیا جو اہلِ دل کو یہ دل یاد کرتا ہے

مسرور لائل پوری

جناب گوپال داس مسرور ایک عرصہ تک دہلی کلاتھ ملز کی ملازمت میں رہے ہیں۔ لائل پور میں ویکلی "امرت جیون" کے ایڈیٹر تھے۔ شعر وشاعری کا انھیں شوق تھا مگر ملک کے بٹوارہ کے بعد یہ شوق انتہا تک پہنچ گیا۔ بخشی اختر امرتسری کے شاگرد رشید ہیں۔ ان کا مختصر مجموعہ کلام "للکار" ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا

انتخاب کلام

وقت ہے یہ کام کا، ہم کام کی باتیں کریں
اب نہ کچھ آغاز کی انجام کی باتیں کریں

جب نشانہ ایک ہے دشمن بھی سب کا ایک ہے
کس لئے پھر باہمی الزام کی باتیں کریں

دشمنِ خونخوار مسرور جب کہ سامنے
اب تو گولی خنجر و آشام کی باتیں کریں

خوشدل

پنڈت خوشدل ہفت روزہ "دلیش سیوک" کے ایڈیٹر اور پروپرائٹر ہیں۔ خدا لگتی بات کہنا ان کی زندگی کا اصول ہے۔ حب الوطنی سے پُر شعر کہتے ہیں جن میں ایک پیغام ہوتا ہے۔ "شرارے" ان کا مجموعہ کلام ہے جو اب ہندی میں بھی چھپ گیا ہے۔

انتخابِ کلام

وقت کا چکر ہے یا تقدیر کی خوبی ہے یہ
رو رہے ہیں اپنی آزادی کا حاصل دیکھکر
جو بھنور کی گود میں بھی مسکراتے ہی رہے
اب نہ جانے غمزدہ کیوں ہیں وہ ساحل دیکھکر

غلط جذبات کے دھاروں میں تو میں بہہ نہیں سکتا
حقیقت کو بیاں کرنے سے ہرگز رہ نہیں سکتا

میں اپنے دیش کی حالت کو اچھی کس طرح کہدوں
اندھیری رات کو میں صبحِ روشن کہہ نہیں سکتا

یہ مانا غیر ہم کو لوٹتے تھے دونوں ہاتھوں سے
مگر اپنوں نے تو بالکل ہی ہم کو پیس ڈالا ہے
زمانہ لاکھ بدلا فطرتِ حاکم نہیں بدلی
جو گورا تھا وہ گورا ہے، جو کالا تھا وہ کالا ہے

وطن کی آن بن بیٹھے، وطن کی شان بن بیٹھے
جو بے غیرت ہیں، بے حس ہیں، وطن کی جان بن بیٹھے
ہمارے دیش کی آزادی کا اک یہ بھی پہلو ہے
جو چندے مانگ کر کھاتے تھے وہ سلطان بن بیٹھے
خدا کا قہر بن کر بجلیاں بھارت پہ ٹوٹے گا
یہاں جتنے بھی تھے شیطان وہ بھگوان بن بیٹھے

طاؔلب دہلوی

میرا نام شیش چندر ہے، خاندان سکسینہ، تاریخ پیدائش ۱۲ر فروری ۱۹۱۰ء، تخلص طاؔلب، تعلیم بی اے، استاد حضرت برؔق دہلوی مرحوم۔ مجموعہ کلام "رتن بالا"، "سبزۂ بیگانہ"

انتخاب کلام

کوشش کروں گا دل سے بھلانے کی آپ کو
شاید ابھی ہو یہ بھی مرے اختیار میں

انساں سا ظالم نہیں دنیا میں کوئی اور
ہم شکوۂ مظلومیٔ انساں نہ کریں گے

یہ بھی جینے میں کوئی جینا ہے؟ "کیا رہا جب وقار ہی نہ رہا"

حالِ دل کس سے کہیں، کس کو سمجھ لیں اپنا
سننے والا بھی تو ہو، پوچھنے والا بھی تو ہو

ذومعنی بات چشم جانانہ کہہ رہی ہے
اپنا سمجھ رہی ہے بیگانہ کہہ رہی ہے

ضرور حفظ مراتب کا ہے خیال انھیں
کسی کو دل میں، کسی کو نظر میں رکھتے ہیں

کہیں نظر نہیں آتا نشاں منزل کا
تھکا تھکا سا مسافر کدھر کدھر جائے

اُردو یہ کہہ رہی ہے زبانِ خموش سے
اپنے وطن میں آج غریب الوطن ہوں میں

ملنے کو بہت صاحب اعزاز ملیں گے
طاؔلب سا مگر ایک بھی انساں نہ ملے گا

ظفر ادیب

جناب ہیم سین ظفر ادیب ملک کی تقسیم کے بعد لاہور سے دہلی آکر مستقل آباد ہو گئے۔ برسوں روزانہ "تیج" کے نائب مدیر رہے ہیں۔ آجکل صوبائی انجمن ترقی اردو کے آفس سکریٹری ہیں۔ ہند سرکار ان کی ادبی سرگرمیوں اور خدمات کے صلے میں انھیں ڈیڑھ سو روپیہ ماہوار پنشن دے رہی ہے۔

انتخاب کلام

کون جانے کہ یہ باتیں ہیں کن انسانوں کی
بات سمجھا بھی ہے کوئی کبھی دیوانوں کی
زندگی نام ہے ساقی کا سبو کا مے کا
تشنگی کتنی گراں ہوتی ہے پیمانوں کی
تم پہ گذری ہیں ظفر تم تو نہیں ناواقف
غیر تم سے تو بلائیں نہیں طوفانوں کی

اختر امرتسری

جناب ایس، ایل، بخشی اختر ایک عرصہ تک بطور پروفیسر کام کرتے رہے ہیں۔ رونق دہلوی کے شاگرد ہیں۔ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کے بعد علامہ تنور لکھنوی سے بھی مشورہ کرتے رہے ہیں۔ بینائی کی بیحد کمزوری کی وجہ سے آجکل ریٹائر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کچھ سال پہلے ان کا مجموعہ کلام "تجلیاں" شائع ہوا تھا۔ حضرت نوح ناروی جانشینِ داغ نے آپ کو "شاعر خوش کلام" سے نوازا تھا۔

انتخابِ کلام

ان کے الطاف نے بیباک کیا ہے ہم کو
ورنہ یہ تابِ سوالات کہاں تھی پہلے؟

آپ کے فیض سے جانا ہے زمانے نے مجھے
اتنی مشہور مری ذات کہاں تھی پہلے؟

کششِ عشق ہے وہ جلوہ نگن ہیں اختر
جذبِ دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے

ناشاد

شری این۔ بی۔ سین ناشاد کسی وقت نارنگ برادرز کے ہاں ملازم تھے۔ آجکل نیو بک سوسائٹی آف انڈیا کے مالک ہیں۔ مزاحیہ کلام لکھتے ہیں۔ "کلام بے لگام" ان کی مزاحیہ شاعری کا مجموعہ ہے۔

انتخابِ کلام

ناشاد کی وہ کار تلے میم آ گئی — جس کے خرامِ ناز پہ دنیا نثار تھی
مرتے ہوئے بیاں یہ دیا ڈنگ کر گئی — ناشاد سے تو بچنے کا رستہ نہ تھا کوئی

ہے دلاور با کمال و باوقار
چاک داماں ہے نہ ہرگز دلِ فگار
طنز کے میدان کا ہے شہ سوار
داد کی خاطر ہے پھر کیوں بے قرار؟

سرشار

مہاشے جیمنی سرشار علی پور ضلع مظفر گڑھ (مغربی پاکستان) سے آئے ہوئے پرشار تھی ہیں۔ آج کل سونی پت (ہریانہ) میں رہائش رکھتے ہیں سرشار صاحب کی ادبی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ہریانہ سرکار نے انھیں گیارہ سو روپے نقد ایک دوشالہ اور اعزاز نامہ عطا کیا ہے۔ سرشار کا شمار برصغیر کے ممتاز شاعروں میں ہوتا ہے۔ آپ غزل اور نظم دونوں پر ہی قدرت رکھتے ہیں۔ ہریانہ سرکار نے آپ کو راج کوی قرار دیا ہے اور آپ محروم صاحب سے اصلاح سخن لیتے رہے ہیں۔

انتخابِ کلام

اُن سے امّیدِ ملاقات کہاں تھی پہلے — اپنی تقدیر میں یہ بات کہاں تھی پہلے
دے کے دل جان کو اک روگ لگایا میں نے — بیقراری سی یہ دن رات کہاں تھی پہلے
تیرے میخانے میں تخصیص کے اتنے پہلو — بات یہ پیرِ خرابات کہاں تھی پہلے

ساتھ اُن کے جو بسر آج ہوئی ہے سرشار
مختصر اتنی کوئی رات کہاں تھی پہلے

ساحر سیالکوٹی

پنڈت رگھبیر داس ساحر سیالکوٹی حضرت جوش ملسیانی کے قابل شاگردوں میں سے ہیں آپ اصلاح سے فارغ ہیں بلکہ آپ کے جگر جالندھری اور وفا پٹیالوی ایسے قابل شاگرد ہیں۔ ساحر صاحب پرانے جرنلسٹ ہیں اور آجکل جالندھر کے روزانہ "پردیپ" میں کام کرتے ہیں۔ آپ کے آج تک دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

انتخابِ کلام

محفل میں تذکرے مرے حُسنِ بیاں کے ہیں
ہر ایک پوچھتا ہے یہ حضرت کہاں کے ہیں

فخر تھا پہلے جگر پر اب وفا پر ناز ہے
ہے انھیں پھولوں کے باعث میرے گلشن کی بہار

برق ہوشیارپوری

پروفیسر ہری متر برق ہوشیارپور کے ادبی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں گوشۂ تنہائی انہیں پسند ہے۔ بہت عرصہ مختلف کالجوں میں پروفیسر رہے اور آخر پرنسپل کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ پہاڑوں میں دور دراز تک سفر کرنا ان کا خاص شوق رہا۔ انتہائی خوددار قسم کے انسان ہیں۔

انتخابِ کلام

اب ان خوددار بندوں پر بھی یارب کچھ کرم کر دے
ترے آگے بھی جن سے ہاتھ پھیلایا نہیں جاتا

وہ میرے دل کی خوشیاں ہیں جو اس چہرے پہ رقصاں ہیں
یہ اور کسی کے آنسو ہیں جو ان آنکھوں میں بہتے ہیں

پستیوں سے قائم ہیں عظمتیں بلندی کی
جانے کیوں بلندی پھر پستیوں پہ ہنستی ہے

خدا پر چھوڑ دی میں نے خدا کو ناخدا سمجھا
خدا نے چھوڑ دی مجھ پر نہ جانے مجھ کو کیا سمجھا

ہزاروں بار اٹھا ہوں فنا کی گود میں سو کر
میں اپنی جاوداں ہستی کو فانی کس طرح کہہ دوں

عطا کر دے خدایا جس کو جو چاہے عطا کر دے
مجھے تو بس مری چھوٹی سی دُنیا کا خدا کر دے

نہ پوچھو میکدہ والو بسر کی زندگی کیسے
بس اتنا جانتا ہوں کچھ ڈبو دی کچھ بچالی ہے

قاصر

نام : درگا داس   تاریخ پیدائش : ۱۹۰۲ء

جائے پیدائش : نکودر   وطن : نکودر حال کانگڑہ

تصنیفات : خوشبوئیں

انتخابِ کلام

آ کے اے تنگ نظر دیکھ لے بُت خانوں میں
مۓ توحید ہے ترشے ہوئے پیمانوں میں

کس کی آمد کا انھیں ڈر ہے الٰہی اتنا
رند چپ سادھے ہوئے بیٹھے ہیں میخانوں میں

سرفروشانِ وفا ہو گئے پیوندِ زمیں
خاک اُڑتی ہے محبّت کے بیابانوں میں

ترکِ مے پر یہی قاصر سے کہا یاروں نے
اب ترا ذکر ہے اپنوں میں نہ بیگانوں میں

اختر بھنگالوی

نام : رشم چرن داس   ادبی نام : اختر بھنگالوی

مشورۂ سخن : شمس العلماء مولانا تاجور نجیب آبادی

تاریخ پیدائش : ۱۳ اپریل ۱۹۱۰ء

سکونت : بھنگالہ - ضلع ہوشیار پور (پنجاب)

انتخاب کلام

غم نہ کر ہے جگر فگار اگر   فکر کیا، دل ہے داغدار اگر
کوئی مشکل نہیں علاجِ الم   چین لینے دے قلبِ زار اگر
پھر تو مشکل نہیں حصولِ نجات   بندگی پر ہو انحصار اگر
بے کسوں کی معاونت کر کچھ   تجھ کو حاصل ہے اقتدار اگر
کوئی بھی شے بھلی نہیں لگتی   آدمی غم کا ہو شکار اگر
دل نہ اب کھل سکے گا اختر کا
آئے سو بار بھی بہار اگر

زخمی حصاری

نام: بھاگیرتھ لال　　تخلص: زخمی　　سن ولادت: ۱۹۰۵ء

مشورۂ سخن: مولانا سیاب اکبر آبادی اور حضرت جوش ملسیانی

تصانیف: "داستانِ مزدور" اور "سرِ اشک"

انتخاب کلام

کتنا اونچا ذوقِ نظر ہے　　ہر قطرہ مجھ کو گوہر ہے
مجھ کو قفس ہو یا کہ نشیمن　　یہ بھی گھر ہے وہ بھی گھر ہے
رہزن ہو یا رہبر کوئی　　دونوں کی اب ایک نظر ہے
راہِ عدم میں جا کر دیکھو　　ہر رہرو بے رختِ سفر ہے
آؤ مل کر بیٹھیں زاہد　　مے خانے میں کس کا ڈر ہے
غم کو دیا ہے نام خوشی کا
زخمی کا یہ حسنِ نظر ہے

شاؔداں گوالیاری

نام: اُما شنکر
تخلص: شاؔداں

وطن: گوالیار

انتخاب کلام

مرحبا صد مرحبا، اے نوجوانانِ وطن
ہے وطن قربان تم پر، تم ہو قربانِ وطن
ہے تمھارے نام ہی سے ہر فسانے کا وجود
تم ہی اس کی داستاں ہو تم ہی عنوانِ وطن
ہر کس و ناکس کو یہ اعزاز مل سکتا نہیں
ان کی قسمت ہے جنھیں مل جائے فرمانِ وطن
کس میں طاقت ہے جو دیکھے آنکھ اٹھا کر اس طرف
ہے جمالِ مہر شاؔداں روئے تابانِ وطن

بدؔر

نام: راجہ رام گوسائیں
تخلص: بدؔر
یاروں کے یار ہیں اور مشہور پراپرٹی ڈیلر ہیں

انتخاب کلام

بات چلتی ہے وہاں دیکھئے دیوانوں کی
ہے خرد خام جہاں آج کے دیوانوں کی

اپنی مایوسیٔ پرواز پہ ہم روتے ہیں
کھڑکیاں کھلتی رہیں جب کبھی زندانوں کی

ناخداؤں کے سہارے پہ نظر ہے میری
غرق ہو جائے نہ کشتی مرے ارمانوں کی

بدؔر یہ سچ ہے لگی دل کی بُری ہوتی ہے
رات بھر شمع جلی آگ میں پروانوں کی

بسمل کپورتھلوی

آپ ایک شعری مجموعہ شائع کر چکے ہیں۔ آجکل کنسیلڈ ٹرانسپورٹ کمپنی لمیٹڈ میں کام کر رہے ہیں۔ بڑے ملنسار اور خوش خلق بزرگ ہیں۔

انتخاب کلام

آرزو غم کے نئے موڑ پہ آئی تو سہی
یہ خلش حاصلِ جذبات کہاں تھی پہلے
دل کی دھڑکن سے نئے گیت جنم لیتے ہیں
زندگی حاصلِ نغمات کہاں تھی پہلے
بدگماں آپ ہیں کیوں میری وفا کیشی سے
آپ کے ذہن میں یہ بات کہاں تھی پہلے
یہ ہے احسانِ فراوانیٔ غم اے بسمل
اتنی تکریمِ خرابات کہاں تھی پہلے

پنّا دہلوی

نام پنّا لال جوہری تخلص پنّا تلمذ قبلہ بیخود دہلوی
اعلیٰ درجہ کے بیوپاری ہیں۔ بہت ملنسار اور نیک طبیعت انسان ہیں

انتخاب کلام

کہیئے دُنیا جسے بستی ہے وہ بیگانوں کی
کوئی سمجھے گا نہ بولی ترے دیوانوں کی

فہم و ادراک سے باہر ہے الٰہی تری ذات
عقل محدود ہے اس باب میں انسانوں کی

دیکھ کر ایک بُت ہوش رُبا کی صورت
ہیں نے مانگی ہے دُعا خیر ہو ایمانوں کی

بزم میں بات بھی پنّا کی نہ پوچھی تم نے
کیا یونہی آؤ بھگت ہوتی ہے مہمانوں کی

صوفی نورمحلی

نام : جیت رام
تخلص : صوفی

انتخاب کلام

یہاں جو دیں گے وہاں ملے گا اُدھار سودے پہ کون جائے
وہ نقد سودا کریں گے ہم جو یہاں کا بدلہ یہاں چکائے
یہ جتنے احباب و اقربا ہیں تمام ساتھی نشاط کے ہیں
کوئی نہ دیکھا جہاں میں ایسا جو غمزدہ کو گلے لگائے
کہیں شگفتہ کوئی کلی ہے نہ غنچہ و گل پہ تازگی ہے
یہی ہے کیا وہ بہار جس کو پکارتے تھے بہار آئے
خدائے دیر و حرم سے صوفی وہ زندہ انسان کیا برا ہے
جو اپنے دکھ درد میں ہو شامل جو اپنی مشکل میں کام آئے

بسمل امرتسری

نام : رام لال　　تخلص : بسمل

وطن : امرتسر　　تعلیم : ادیب فاضل

انتخاب کلام

آپ کے غم نے غمِ دہر سے آزاد کیا
میرے بس کی یہ بھلا بات کہاں تھی پہلے

گلعذاروں سے بڑھا حسن گلستانوں کا
ورنہ یہ رونقِ باغات کہاں تھی پہلے

جانے کیوں بھاتی نہیں بات کسی کی ہمدم
زندگی میں مری یہ بات کہاں تھی پہلے

ہم کلام آج حسینوں سے ہوا ہے بسمل
اس کی ہر بات حسیں بات کہاں تھی پہلے

نسیم دہلوی

نام : فتح چند تخلص : نسیم
کھاری باؤلی دہلی میں جنرل مرچنٹ ہیں۔

انتخابِ کلام

عظمت دیر و حرم سے بھی سوا سمجھے تھے ہم
کعبۂ مقصد تمہارا نقشِ پا سمجھے تھے ہم
گلشنِ ہستی کی رنگینی پہ دھوکہ کھا گئے
تھی خزاں جس کو بہارِ جانفزا سمجھے تھے ہم
یہ تغافل تھا تمہارا ، یہ ہماری سادگی
اے وفا دشمن تجھے جانِ وفا سمجھے تھے ہم
پھر نسیم آئے نظر ساغر بکف توبہ شکن
متقی سمجھے تھے تم کو پارسا سمجھے تھے ہم

ادیبؔ لکھنوی

نام : گرسرن لال — تخلص : ادیبؔ

وطن : لکھنؤ — پیشہ : پروفیسر غازی آباد

انتخاب کلام

کب شیشہ و جام لیکے لکھتا ہوں میں
احساس سے کام لیکے لکھتا ہوں میں
دل سے ملتا ہے جو بھی فرمان ادیبؔ
اللہ کا نام لے کے لکھتا ہوں میں

قصوں سے الگ وفا کا افسانہ ہے
الفت کا جدا ہر ایک پیمانہ ہے
معیار خرد ہے عشق میں جوشِ جنوں
دیوانہ بقدر ہوش دیوانہ ہے

مے کا جو بشر غلام ہو جاتا ہے
ناقابل احترام ہو جاتا ہے
اسلاف کی آبرو مٹانے ہی کے ساتھ
خود بھی بے ننگ و نام ہو جاتا ہے

بیتاب بریلوی

نام: جگدیشور ناتھ تخلص: بیتاب
پیشہ: وکالت سکونت: بہاری پورہ - بریلی

انتخاب کلام

اِن دنوں زلفِ گرہ گیر سے الجھی ہے نظر
فرصتِ معرکۂ سود و زیاں تھی پہلے
ہاں چھپانے کو تو دنیا سے چھپا لیتے ہیں
اب یہ وحشت ہے کہ محتاجِ بیاں تھی پہلے
اب شریکِ غمِ دوراں ہے غمِ عمرِ رواں
اپنی مٹھی میں کبھی عمرِ رواں تھی پہلے
بات کی بات ہے، تہمت نہ تمسخر نہ گلہ
زندگی آج ہے جو بارِ گراں تھی پہلے

آتش بھاولپوری

ہریانہ سول پتا میں مزدور رہنما ہیں اور ہفت روزہ "پیغام" کے ایڈیٹر ہیں۔

انتخاب کلام

مادرِ ہند کے جانباز سپوتو اٹھو | آؤ میدان میں شمشیر بکف سینہ سپر
پھر ستم پیشہ جفا کار بڑھے آتے ہیں | ملک گیری کے ہوسناک ارادے لیکر

عظمت تاج پہ ہے آج عدو کی نظریں
آج خطرے میں ہے پاکیزگیٔ گنگ و جمن
پھر دکھانی ہے تمھیں دادِ شجاعت اپنی
تازہ کرنی ہے تمھیں پھر سے روایاتِ کہن

منزل کی جستجو میں بھٹکتے ہی رہ گئے | ہر راہ زندگی کی ہمیں اجنبی ملی

بسمل

نام : خزان چند تخلص : بسمل

تلمذ : قبلہ جوش ملسیانی مگر فارغ الاصلاح شاگردوں میں سے ہیں۔ سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو کر آج کل پرائیویٹ ادارہ میں سروس کر رہے ہیں۔ آپ رواداری اور بلند نظری کی ایک مثال ہیں۔

انتخاب کلام

چاکری میں لطفِ آزادی کہاں اس مزارستاں میں آبادی کہاں

لطف کی اُن سے اُمید اے دلِ ناداں تجھکو
عشق سا جُرم کرے اور طلب داد کرے
نوجوانی کی ادا بھی عجب آفت ہے بسمل
بھولے بھالے سے حسینوں کو بھی جلّاد کرے

امیروں کی دُنیا ہے کذب و ریا کی
امیروں کی دُنیا ہے مکر و دغا کی
امیروں کی دُنیا ہے دُنیا جفا کی
امیروں کی دُنیا سے دنیا ہے شاکی
امیروں کی دُنیا ہے نفرت کی دُنیا

لڑائی کو بُرا تو مانتے ہیں ہندو مُسلم
مگر کیا کیجئے کمبخت عادت ہوتی جاتی ہے

کبھی مشہور تھا سونے کی چڑیا نام بھارت کا
مگر یہ بات اب جھوٹی کہاوت ہوتی جاتی ہے

موافق آ گئے ہیں چائے، بسکٹ، کیک اور "وسکی"
دہی سے، دودھ سے، مکھن سے نفرت ہوتی جاتی ہے

اب اپنے حال پر رونے کو دو آنسو نہیں ڈھلتے
زہے افلاس، خودداری کی قلت ہوتی جاتی ہے

مفتوںؔ شکوہ آبادی

نام: شنکر سروپ بھٹناگر   تخلص: مفتوںؔ

حضرت مفتوںؔ عروض کے ماہر اور قادرالکلام ہیں۔ ممدوح کا دائرہ شاگرداں بہت وسیع ہے

انتخاب کلام

دل اڑا لینے کی یہ گھات کہاں تھی پہلے
نازوالوں میں کرامات کہاں تھی پہلے

یہ تسلسل ہے زمانے کا یوں ہی رہتا ہے
دن اگر پہلے سے رات کہاں تھی پہلے

اب سہارا مجھے دینے کی بڑی فکر ہوئی
دانشِ پیرِ خرابات کہاں تھی پہلے

عشق کے بعد ہی مفتوںؔ یہ زمانہ بدلا
غم پہ میری بسر اوقات کہاں تھی پہلے

بسملؔ کیرانوی

نام : دیوی چندر   تخلص : بسملؔ

پرانے اور کہنہ مشق جرنلسٹ ہیں۔ کیرانہ (اتر پردیش) سے ویکلی "ضرورت" شائع کرتے ہیں۔

انتخاب کلام

کیوں وہ سمجھیں کہ گوارا مجھے بیداد نہیں
دل میں شکوہ ہی سہی لب پہ تو فریاد نہیں

بال و پر نوچ کے صیاد رہا کرتا ہے
یہ وہ تعزیر ہے جس کی کوئی میعاد نہیں

حکم ہے کنجِ قفس میں بھی زباں بندی کا
کون سا ظلم ہے وہ ہم پہ جو ایجاد نہیں

نغمہ سنجی نے کیا مجھ کو اسیر اے بسملؔ
اس لئے شکوۂ بے رحمیِ صیاد نہیں

اُلفت امین آبادی

روزانہ پرتاپ میں بطور جرنلسٹ کام کرتے ہیں اور دو کتابوں کے مصنف ہیں۔ فارسی میں بھی شعر کہتے ہیں۔
ملک کے بٹوارہ سے پہلے آریہ ہائی سکول بھوپالوالہ تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ میں اردو فارسی کے ٹیچر تھے۔ آج کل مالویہ نگر نئی دہلی میں رہائش رکھتے ہیں۔

انتخابِ کلام

جو تری رہ گزر سے گزرے ہیں — حدِّ جذب و اثر سے گزرے ہیں
کیا چمن میں ہے جز بہار و خزاں — رنگ دونوں نظر سے گزرے ہیں
شبِ ہجراں ہو تیری عمر دراز — ہم امیدِ سحر سے گزرے ہیں
راہِ ہستی میں لاکھ جلوے تھے — خود ہمیں بے خبر سے گزرے ہیں

راہِ اُلفت سے روکنے والے
خود اسی رہ گزر سے گزرے ہیں

ماتھر دہلوی

نام : گن بیر کشور   تخلص اور ذات : ماتھر
بزنس مین ہیں مگر آج کل ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں ۔

انتخاب کلام

یہ تواضع ، یہ مدارات کہاں تھی پہلے
دھول دھپّا تھا فقط ، لات کہاں تھی پہلے

اچھی شادی ہوئی ، اک جان کو جنجال ہوا
زندگی نذرِ حوالات کہاں تھی پہلے

پٹ رہے ہیں سرِ بازار محبت والے
عشق میں ایسی مدارات کہاں تھی پہلے

ہر گلے باز ہے اقبال سے بڑھ کر ماتھر
شاعری میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے

رتن پنڈوروی

نام : رلا رام   تخلص : رتن

سکونت : سری ہرگوبندپور ضلع گورداسپور پنجاب

انتخاب کلام

آ گئی آہ شرربار زباں تک آخر
آگ کے نیچے دھواں رہتا کہاں تک آخر

کوئی موضوع سخن اور نکال اے واعظ
جنت و حور کے یہ وعدے کہاں تک آخر

چشم بینا کی کرامت کا کرشمہ کہئے
منکشف ہو کے رہا رازِ نہاں تک آخر

اے رتن چھوٹ گیا دامنِ تسلیم و رضا
بات آ ہی گئی فریاد و فغاں تک آخر

لالؔ سیالکوٹی

نام : پربھ دیال
تخلص : لالؔ
سابق وطن : سیالکوٹ

انتخاب کلام

جشنِ ساحرؔ ہے مے کشی ہوگی — شاد یاروں کی ہر خوشی ہوگی
چاند تاروں کو رشک آئے گا — اس قیامت کی روشنی ہوگی
غم نہ ہوگا کوئی بھی جب دل میں — کتنی خوش حال زندگی ہوگی
حُسن سمجھے گا عشق کی رمزیں — جاں فشانی و دلبری ہوگی
صدرِ محفل کی خوش مذاقی سے — قدرِ اردو و فارسی ہوگی

لالؔ پہنچے نہ جشنِ ساحرؔ تک
اس کے دل کی تو حاضری ہوگی

گوہر دہلوی

نام: دگمبر پرشاد جین تخلص: گوہر
تلمذ: آغا شاعر قزلباش سونے کا کاروبار کرتے ہیں۔

انتخاب کلام

سوزِ دل تجھ سے ملاقات کہاں تھی پہلے
یہ سلگتی ہوئی برسات کہاں تھی پہلے
تیرے احساسِ شبستاں نے جلائے ہیں چراغ
ورنہ پُر نور مری رات کہاں تھی پہلے
دیدۂ حسن کے ہمرنگ ہوئی ہے ورنہ
چشمِ نرگس کی یہ اوقات کہاں تھی پہلے
دعدے ہم سے بھی ہیں غیروں سے اشارے بھی ہیں
یہ اداؤں میں تری گھات کہاں تھی پہلے

مجرم

نام : ہربنس لال　　تخلص : مجرم

رہبر سخن : قیس جالندھری　　وطن : دسوہہ ضلع ہوشیارپور (پنجاب)

انتخاب کلام

دغا کر رہے ہیں وفا کر رہا ہوں
وہ کیا کر رہے ہیں میں کیا کر رہا ہوں

دل و جان و ایماں فدا کر رہا ہوں
میں فرضِ محبت ادا کر رہا ہوں

کسی کو غرض میرے عیب و ہنر سے
بھلا کر رہا ہوں بُرا کر رہا ہوں

ہوا ہوں یونہی عشق میں سُرخ رُو کیا
میں اپنے لہو میں نہا کر رہا ہوں

مجھے بزم سے وہ اُٹھا کر رہے ہیں
جنہیں اپنے دل میں بٹھا کر رہا ہوں

میں کشتی کو کر دوں خدا کے حوالے
یہ تدبیر میں اے خدا کر رہا ہوں

یہ اپنی محبت کا حاصل ہے مجرم
وفا کر رہا ہوں وفا کر رہا ہوں

طالب پانی پتی

نام : نرائن داس تخلص : طالب

تلمذ : علامہ منور لکھنوی

سرکاری ملازمت سے ریٹائرڈ ہو کر آج کل پرائیویٹ سروس کر رہے ہیں آپ پرانی تہذیب، شائستگی اور وضعداری کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔

انتخاب کلام

عظمتِ پیرِ خرابات کہاں تھی پہلے
ایک چلو میں کرامات کہاں تھی پہلے

دے رہی ہے مری ہر سانس خبر منزل کی
اس ہوا میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے

عقلِ گمراہ کی طالب یہ فسوں کاری ہے
ورنہ دُنیا یہ طلسمات کہاں تھی پہلے

مضطر

نام : رام رتن تخلص : مضطر

تلمذ : پروفیسر تلوک چند محروم اور پنڈت میلا رام وفا

پرانی پیڑھی کے کہنہ مشق شاعر ہیں اور ان کا مجموعہ کلام "نوائے

مضطر" شائع ہو چکا ہے۔

انتخاب کلام

نگاہِ حُسن ہیں حُسن آفریں معلوم ہوتی ہے

مجھے دُنیا کی ہر اک شے حسیں معلوم ہوتی ہے

محبت کہتے ہیں سب دشمنِ دنیا و دیں جس کو

مجھے تو حاصلِ دنیا و دیں معلوم ہوتی ہے

باغباں فرض ناشناس ہو جب باغ میں کس طرح بہار آئے

شگوفے چٹکتے رہے گلستاں میں لُٹے اور اُجڑے کئی آشیانے

شفا دہلوی

نام: پریم لال تخلص: شفاؔ
تلمذ: قبلہ مخمورؔ دہلوی
تاریخ پیدائش: ۱۲ر ستمبر ۱۹۱۴ء
پیشہ: ڈاکٹری

انتخاب کلام

وہ نورِ ازل جو ساقی کی آنکھوں میں فروزاں ہوتا ہے
رندوں کو عالمِ مستی میں وہ مشعلِ ایماں ہوتا ہے
ہم ان کی راہ میں جب نکلے ہر ایک سے ناطہ توڑ لیا
اس جان کی بازی میں ہمدم ہر بات کا امکاں ہوتا ہے
اس دورِ کشاکش میں غم سے خالی تو کوئی دل کیا ہوگا
سمجھو کہ غنیمت ہے وہ دل جس میں غمِ جاناں ہوتا ہے

الفاظ مرے شعروں میں شفاؔ ڈھل ڈھل کر دل سے آتے ہیں
اس واسطے کیفِ سوزِ دروں ہر لفظ میں پنہاں ہوتا ہے

نگاہِ شوق ہے اظہارِ آرزو کے لئے
زباں کی قید نہیں اُن سے گفتگو کے لئے
ہوئے ہیں جن کے تغافل سے چاک قلب و جگر
انھیں کا تارِ نظر چاہیئے رفو کے لئے
میں لکھ سکوں گا اب انجام تک فسانۂ عشق
جگر کا خون ہے تکمیلِ آرزو کے لئے
تمھارے بعد تمنا کسی کی کیا کرتے
کہاں نصیب نیا دل ہر آرزو کے لئے
ترے کرم سے زمانے کی خاک چھانی ہے
کہاں کہاں نہ گئے تیری جستجو کے لئے
نظر ملاتے ہی ساقی سے ہو گئے مخمور
بھٹک رہے ہیں شفاؔ ساغر و سبو کے لئے

ساحرسنامی

پرانے اور اعلیٰ درجے کے شاعر ہیں۔ اعلیٰ عہدے سے ریٹائر ہو گئے ہیں۔

انتخاب کلام

قبر پر وہ پھول لے کر آ گئے — ہائے وہ کیسی گھڑی تھی میں نہ تھا
حُسن کو مجبورِ سجدہ کر دیا — عشق کی جادوگری تھی میں نہ تھا
جس نے پستی میں بھی رکھا سر بلند — ظرف کی وہ برتری تھی میں نہ تھا

عشق کا روگ لگا ہو جیسے — پیار رگ رگ میں رچا ہو جیسے
اس طرح چھوڑی بھنور میں کشتی — ناخدا میرا خدا ہو جیسے
دل میں داغوں کی یہ کثرت توبہ — باغِ اُلفت کا کھلا ہو جیسے
اس طرح آج چلا ہے ساحرؔ — اُن کا ہی حکم ملا ہو جیسے

شعلہ

نام : دوارکا داس   تخلص : شعلہؔ

کاروبار کرتے ہیں اور دہلی رہ رہے ہیں

انتخابِ کلام

آغاز کی قیمت کیا انجام کا حاصل کیا
سوچو تو بھلا عشقِ بدنام کا حاصل کیا

ہر صبح کو ناکامی ہر شام کو مایوسی
اس صبح کا حاصل کیا اس شام کا حاصل کیا

کہتے ہیں کہ پیری میں آرام ضروری ہے
لیکن یہ نہیں کہتے آرام کا حاصل کیا

ہاں زندگی شعلہؔ انعام ہے قدرت کا
یہ کس سے مگر پوچھیں آرام کا حاصل کیا

زیب بریلوی

نام: ماتا پرشاد   تخلص: زیب
ذات: استھانہ   پیشہ: ڈاکٹری

انتخابِ کلام

دشمنوں نے ظلم ڈھایا پوربی بنگال میں
خونِ ناحق رنگ لایا پوربی بنگال میں
حوصلہ ہم نے دکھایا پوربی بنگال میں
زندگی کا نام آیا پوربی بنگال میں
جب قدم ہم نے اٹھایا پوربی بنگال میں

اتنا اونچا ہو گیا ہے قوم کا دنیا میں نام
عظمتِ عزم و عمل کرتی ہے جھک جھک کر سلام
انجمن میں اب ہے بھارت کے سپوتوں کا مقام
طاقتیں انصاف کے کانٹے میں آ کر تل گئیں
وہ شکستِ فاش دی دنیا کی آنکھیں کھل گئیں

ہمدرد

نام: سادھو سنگھ   تخلص: ہمدرد

پنجاب کے پرانے جرنلسٹ ہیں۔ سیلف میڈ انسان ہیں۔ آجکل اپنا روزانہ اخبار جالندھر سے شائع کرتے ہیں۔

انتخاب کلام

میں صبوحی پی کے لہراتا رہا   شیخ اپنا وعظ فرماتا رہا
دل نوازی کی اسے دیتا ہوں داد   تیر پر جو تیر برساتا رہا
مہرباں مجھ پر کسی کو دیکھ کر   غیرنا حق جوش میں آتا رہا

بجلیوں کا جواب ہوتا ہے   حسن جب بے نقاب ہوتا ہے
معرفت کی کتاب کے صدقے   پتہ پتہ کتاب ہوتا ہے
اک حقیقت ہے عشق اے ہمدرد   حسن تو اس کا خواب ہوتا ہے

قمرؔ جلال آبادی

پاکستان کے وجود میں آنے سے پہلے اردو کے مشہور روزانہ اخبارات "پرتاپ" اور "ملاپ" میں خاص شاعر تھے۔ آجکل بمبئی کی فلمی دنیا میں ہیں اور اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ بڑے خوش خلق اور ملنسار ہیں۔

انتخاب کلام

غرورِ عشق سے در پر ترے جھکا نہ گیا
جھکے تو نقشِ قدم کی طرح اُٹھا نہ گیا
خودی نہ چھوڑ سکے دل سے مدعا نہ گیا
خدا تو چھوڑیئے انسان بھی بنا نہ گیا
دوائے دردِ جگر کی بڑھائے جا قیمت
ہمارے درد کا کیا ہے، گیا گیا نہ گیا
دیارِ یار کو چھوڑے تو مدتیں گذریں
پر اے نظر ترا مُڑ مُڑ کے دیکھنا نہ گیا

تمہارے در کے فقیروں کی چال الٹی ہے
ستم تو ہم نے سہارا کرم سہا نہ گیا
ترا خیال ہی تجھ سے تو باوفا نکلا
کبھی یہ دل سے ہمارے نہ جا سکا نہ گیا

مشکل میں کسی یار کا پیغام نہ آیا
جس وقت پڑا کام کوئی کام نہ آیا
بیتاب ہیں جب سے ترا پیغام ملا ہے
بیتاب تھے جب تک ترا پیغام نہ آیا
چھپ چھپ کے کیا کرتے ہیں زاہد بھی محبت
مجرم تو بنے عشق کا الزام نہ آیا
قربان مسیحا کے اک ایسی بھی دوا دی
آزار تو جاتا رہا آرام نہ آیا
کچھ ایسی بھی گھڑیاں مری تقدیر کی گذریں
انسان تو انسان خدا کام نہ آیا

مصوّر

نام : اُدے سنگھ
تخلص : مصوّر ۔ راجدھانی میں کسی گورنمنٹ ہائر سیکنڈری اسکول میں ٹیچر ہیں۔

انتخاب کلام

اس کی ہر بات میں یہ گھات کہاں تھی پہلے
اس کی ہر گھات میں یہ بات کہاں تھی پہلے

اب تو وہ مجھ سے تغافل کا گلہ کرتے ہیں
جذب دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے

مائل لطف و کرم کیوں وہ نظر آتے ہیں
یوں مری پرسشِ حالات کہاں تھی پہلے

حق تو یہ ہے کہ مرے دم سے ہے شہرت تیری
ورنہ دنیا میں تری ذات کہاں تھی پہلے

نسیم

نام : بنواری لال   تخلص : نسیم
تلمّذ : اکبر الہ آبادی   تعلیم : مولوی فاضل
جائے پیدائش : گجرات پنجاب ۱۹۰۴ء

انتخاب کلام

تیرے جلوے کو عقل ودانش کے   خارزاروں سے دور دیکھا ہے
ہم نے دریائے ہوش کے اُس پار   اپنی ہستی کا نور دیکھا ہے

•

راحت کی جو ضامن ہو نشانی دیدے
یخ بستہ مرے خون کو روانی دیدے
گر آج خزاؤں سے بہاریں پیدا
لا ڈھال کے ساغر میں جوانی دیدے

ہما ہرنالوی

نام: برہم دت تخلص: ہماؔ پیدائش: ۱۹۴۶ء
ہرنال (پاکستان)

انتخابِ کلام

ہمیں وہ ہماؔ جانتے ہیں تو پھر کیوں
ہمارے ہی سائے سے کترا رہے ہیں

مل گیا تجھکو تیری قسمت سے ورنہ سب کو ہما نہیں ملتا

وہ تصوّر میں بھی نہیں آتے
بے نیازی سی بے نیازی ہے
کیوں نہ مقبول ہو کلامِ ہماؔ
اس میں اک شانِ امتیازی ہے

مغموم

نام: اندرجیت چاولہ
تخلص: مغموم ۔ سرکاری ملازم ہیں اور آجکل کالکاجی رہتے ہیں

انتخاب کلام

آپ کے حُسنِ نوازش کا کرم ہے ورنہ
دل میں یہ درد کی سوغات کہاں تھی پہلے

آج ہر لے پہ تڑپ اٹھتا ہوں جھوم اٹھتا ہوں
اُف یہ سرمستیٔ نغمات کہاں تھی پہلے

ترکِ مے کرتے ہی گھِر آئے ہیں بادل واعظ
یہ ہوا اور یہ برسات کہاں تھی پہلے

تیری رحمت نے گناہوں پہ کیا ہے مائل
یوں خطا کار مری ذات کہاں تھی پہلے

وفا پٹیالوی

آر ۔ ڈی ۔ سیال وفا پٹیالوی ۵ دسمبر ۱۹۱۶ء کو بجواڑہ ضلع ہوشیار پور میں لالہ سیوا رام سیال کے ہاں پیدا ہوئے ۔ مہندرا کالج کے گریجوایٹ ہیں ۔ ۱۹۴۸ء میں پی سی ایس بن گئے ۔ آج کل سب ڈویژنل مجسٹریٹ ہیں ۔ آپ کو سحر سیالکوٹی سے تلمذ حاصل ہے ۔ آپ پہلے نظم کہا کرتے تھے ۔ مگر آجکل آپ کا رجحان غزل کی طرف ہے ۔

انتخاب کلام

وفا کا نام مٹنے دیں یہ ہم سے ہو نہیں سکتا
کوئی ناراض ہوتا ہے اگر سو بار ہو جائے

کب تک رہیں گی مجھ سے تغافل شعاریاں
اک دن کریں گے میری محبت پہ ناز آپ

خلوص و محبت میں مہر و وفا میں   جنابِ وفاؔ کا نہیں کوئی ثانی

اے جانِ غزل، جانِ وفا، جانِ محبت
قائم ہے ترے حُسن سے ایمانِ محبت
دیکھو تو مرے سینے کی داغوں کی بہاریں
کیا خوب گلستاں ہے گلستانِ محبت

ہم کو اک خوش نظر نے لوٹ لیا
یعنی اک معتبر نے لوٹ لیا
کچھ لٹا راہ زلفوں کے ہاتھوں میں
کچھ مجھے راہ بر نے لوٹ لیا
جان لے لی تمھارے غمزوں نے
دل تمھاری نظر نے لوٹ لیا
نقشِ پا بن کے رہ گیا ہوں وفاؔ
عشق کی رہ گزر نے لوٹ لیا

شوق بریلوی

نام : پرشادی لال اگروال
تخلص : شوق

انتخاب کلام

حُسن کو فکرِ ملاقات کہاں تھی پہلے
جذبۂ عشق میں یہ بات کہاں تھی پہلے

میں نے جلووں کو ترے عام زمانے میں کیا
روشناس اتنی تری ذات کہاں تھی پہلے

کوچۂ یار کے ذروں نے ضیا بخشی ہے
ماہ و انجم میں ہے جو بات کہاں تھی پہلے

فیضِ اُستاد سے مقبول غزل ہے اے شوق
تیرے اشعار میں یہ بات کہاں تھی پہلے

چرخ چینوٹی

نام : ایشر داس　　　تخلص : چرخ

چینوٹ پنجاب کے رہنے والے ہیں۔ اب دہلی میں مستقل سکونت ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں چیپ فائینٹس کمپنی چوک شکتی نگر کے مالک ہیں۔ جس محفل میں آتے ہیں اس کو قہقہہ زار بنا دیتے ہیں۔

انتخاب کلام

آپ جب تک ملے نہ تھے مجھکو　　زندگی کی برات سج نہ سکی
زندگی برق وش تو تھی، لیکن　　بادلوں کی طرح گرج نہ سکی

•

جب کسی اجنبی حسینہ پر　　راہ چلتے میں آنکھ لڑتی ہے
کہیں آسوں کے دیپ جلتے ہیں　　کہیں آسوں پہ اوس پڑتی ہے

•

ریشمی ریشمی تری زلفیں　　تیرے سینے پہ جب مچلتی ہیں
تجھے احساس ہی نہیں ہوتا　　میری چھاتی پہ مونگ دلتی ہیں

گوپال متّل

جناب گوپال متل پنجاب مالیر کوٹلہ کے رہنے والے ہیں۔ کسی زمانہ میں یہ بسملؔ اور ساجدؔ تخلص کرتے تھے۔ یہ ریڈیکل رائے پارٹی کے سرکردہ اور سرگرم رکن تھے اور تقسیم وطن کے بعد تھوڑی دیر کے لئے ترقی پسند اردو تحریک سے منسلک رہے۔ اور "شاہراہ" کے ادارہ میں بھی کام کیا۔ روزنامہ "تیج" کے ایڈیٹوریل سٹاف میں شامل رہے۔ بعد میں ماہنامہ "تحریک" شروع کیا جس کی پالیسی امریکن سامراج کی تائید کرتی ہے۔ اب یہ مسلسل ماہنامہ ہے اور اینٹی کمیونسٹ لٹریچر کتابی صورت میں کئی زبانوں میں شائع کرتے ہیں۔ اور ایک عام جرنلسٹ سے ایک خاص کاروباری حیثیت کے مالک ہو گئے ہیں۔

ان کا مجموعۂ کلام "صحرا میں اذان" اور سیاسی یادداشتوں پر ایک کتاب "لاہور کا جو ذکر کیا" کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔

انتخاب کلام

مَصرف کے بغیر جل رہا ہوں   میں سُونے مکان کا دِیا ہوں
منزل ہے نہ کوئی جادہ پھر بھی   آشوبِ سَفر میں مُبتلا ہوں
محمل بھی نہیں کوئی نظر میں   صحرا کی بھی خاک چھانتا ہوں
منصُور، نہ دعویِ انا الحق   سُولی پہ مگر لٹک رہا ہوں
اے اہلِ کرم نہیں میں سائل   رستے پہ یونہی کھڑا ہوا ہوں
اب شکوۂ سنگ و خِشت کیسا   جب تیری گلی میں آ گیا ہوں
اِس شہر میں وضعِ کج کُلاہی   میں واقعی درخورِ سزا ہوں
مشکل نہیں ترکِ عشق، لیکن
اس کا بھی مآل جانتا ہوں

●

مجھے زندگی کی دعا دینے والے   ہنسی آرہی ہے تری سادگی پر

●

ہم بھی اردو پہ ناز کرتے ہیں   یہ ہماری زبان ہے پیارے

●

صوفی

نام: رنگیشور دیال   تخلص: صوفی
بلند شہر کے رہنے والے ہیں اور وکالت کرتے ہیں۔

انتخاب کلام

چشم مشتاق ملاقات کہاں تھی پہلے
دل میں طغیانیٔ جذبات کہاں تھی پہلے
بعدِ ناکامیٔ بسیار ہوئی ہے حاصل
جذب دل میں یہ کرامات کہاں تھی پہلے
ہیچ ہے اس کی نگاہوں میں متاعِ تسکیں
دلِ بیتاب میں یہ بیتاب کہاں تھی پہلے
شوقِ صادق کی بدولت یہ ملی ہے اے دوست
درد سے دل کی ملاقات کہاں تھی پہلے

خنداںؔ دہلوی

مزاحیہ رنگ میں بہت عمدہ شعر کہتے ہیں۔ استاد شاعر ہیں۔

انتخاب کلام

لبِ نازک پہ خرافات کہاں تھی پہلے
مرد عورت میں مساوات کہاں تھی پہلے

ہاں بنانی ہی پڑی آگئے جب پردیسی
ورنہ دلّی میں حوالات کہاں تھی پہلے

گورکن ہیضے سے شاداں ہے تجارت چمکی
گرم بازاریٔ اموات کہاں تھی پہلے

وہ تو یوں کہیئے کہ رشوت کا زمانہ آیا
ورنہ خنداںؔ کی یہ اوقات کہاں تھی پہلے

ساحر دہلوی

نام: رگھونندن سنگھ   تخلص: ساحر

مشہور وئید ہیں اور پرانے دلّی کے رہنے والے ہیں۔

انتخاب کلام

آنکھ ملتے ہی ہوئی دل میں محبت پیدا
یہ تمنّائے ملاقات کہاں تھی پہلے

حضرتِ شیخ نے جا جا کے بڑھائی توقیر
اس قدر قدرِ خرابات کہاں تھی پہلے

اُس کی قدرت کا ہے یہ سارا ظہور ورنہ
ہستیٔ عالمِ اثبات کہاں تھی پہلے

کر دیا عشق نے بدنامِ زمانہ ساحر
ورنہ یہ صورتِ حالات کہاں تھی پہلے

چاند کلّوی

شری لال چند پرارتھی وزیر صحت و مال، حکومت ہماچل پردیش گندمی رنگ اور چھریرے بدن کے دراز قد انسان ہیں۔ چہرہ پر کافی لانبی ٹیگورین ڈاڑھی چوڑی دار پائجامہ اور اُس پر پہاڑی گرم کوٹ اُن کا پہناوا ہے۔ شری لال چند پرارتھی کی ذات میں فنونِ لطیفہ بحدِ کمال رچے بسے ہوئے ہیں۔ وہ ایک جدّت طراز رقّاص، دل نواز مغنّی اور سحر نگار عوامی شاعر کی حیثیت سے ہماچل پردیش میں کافی مقبول و مشہور ہیں۔

انھیں اردو، فارسی، ہندی، سنسکرت اور انگریزی زبانوں پر عبور حاصل ہے آپ ایک تجربہ کار صحافی، سحر بیان مقرّر اور علوم ادویات کے بھی ماہر ہیں۔ بھارت سرکار نے حال ہی میں آپ کو مرکزی ایوویدک بورڈ کا ممبر اور مرکزی میڈیکل پریکٹیشنر رجسٹریشن کمیٹی کا صدر نامزد کیا ہے۔ سیاست اور نظام حکومت میں اپنا جواب آپ ہیں۔ مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ گذشتہ ۲۴ سال سے متواتر ایم ایل اے منتخب ہوتے چلے آرہے ہیں۔ ہماچل پردیش کی حکومت کے قیام کے بعد وہاں کے با اختیار وزیر بنائے گئے پرارتھی صاحب شعر کم کہتے ہیں مگر جب بھی کہتے ہیں اس میں فکر و کاوش ہوتی ہے۔

انتخاب کلام

سکوں ملا نہ مجھے آپ سے کلام کے بعد
تڑپ کچھ اور بڑھی آپ کے پیام کے بعد

وفا کی کون سی منزل ہے یہ مرے رہبر!
کہ لڑکھڑائے مرے گام، تیرے گام کے بعد

چھڑا کے آیا ہوں دامن میں ایسے ماضی سے
کہ جس میں روح بکھرتی ہے دورِ جام کے بعد

بنائیں عرش کے اس پار ہم مقام اپنا
مقام اور نہ ہو کوئی جس مقام کے بعد

مرے نصیب کے معنی بدلنے والوں میں
لکھا ہے نام تمہارا خدا کے نام کے بعد

یہ چاند تارے فلک میں نہ شرم سے چھپ جائیں
نکل جو آئے کہیں چاند میرا شام کے بعد

ذاکرؔ

نام : کشمیری لال تخلص : ذاکرؔ

تعلیم : ایم اے ہریانہ سرکار کے محکمہ تعلیم میں ایک بہت بڑے عہدے پر تعینات ہیں۔ افسانے بھی لکھتے ہیں۔

انتخاب کلام

جب کبھی تیری وفاؤں کا خیال آیا ہے
دل کے جلتے ہوئے زخموں نے سکون پایا ہے،

حُسن اک گام بھی منزل کی طرف بڑھ نہ سکا
عِشق تو دار سے بھی ہو کے چلا آیا ہے

تیری یادوں کی خُنک چھاؤں ملی ہے اے دوست
جب یہ دل غم کی کڑی دھوپ سے گھبرایا ہے

ہم نے تو حُسن سے جینے کی ادا سیکھی ہے
ہم نے تو عِشق سے مرنے کا مزا پایا ہے

سہگل

سہگل صاحب ریلوے کے اے کلاس گزیٹیڈ آفیسر ہیں۔ کافی عرصہ سے شعر کہتے ہیں۔ آجکل راجوری گارڈن نئی دہلی میں ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

انتخاب کلام

محبت امتحاں ہونے لگی ہے
جوانی داستاں ہونے لگی ہے

خزاں آلود کل تک جو کلی تھی
بہارِ جاوداں ہونے لگی ہے

میں تنہائی سے محوِ گفتگو ہوں
خموشی ہم زباں ہونے لگی ہے

ملی منزل مجھے گمراہ ہو کر
شکایت رائیگاں ہونے لگی ہے

محبت کی یہ کیا منزل ہے یارب
حقیقت بھی گماں ہونے لگی ہے

یہ کس کی زلف لہرائی ہے سہگل
گھٹا دورِ فغاں ہونے لگی ہے

شائق

نام: اودے سنگھ تخلص: شائق

لاگر بجوا یٹ ہیں۔ علامہ تاجور نجیب آبادی نے انھیں لسان الاعجاز کا خطاب عطا فرمایا تھا۔

انتخاب کلام

خرد منزل پہ لے جانے میں جب عاجز نظر آئی
تو میری بیخودی منزل کو میرے سامنے لائی

بہت دعوے تھے ہم کو ضبطِ اسرار محبّت کے
مگر وہ سامنے آئے تو ظالم آنکھ بھر آئی

تماشہ گاہِ عالم میں یہ کیسا انقلاب آیا
نہ وہ حُسنِ تماشہ ہے نہ وہ چشمِ تماشائی

رہے ہم تو زمانے کے موافق عمر بھر شائق
مگر پھر بھی زمانے کی ہوا اب تک نہ راس آئی

مستؔ

نام: دینا ناتھ تخلص: مستؔ

جنّت کشمیر سے تعلق رکھتے ہیں اور یو۔ ایس۔ آئی۔ ایس میں ملازم ہیں۔

انتخابِ کلام

دل نشیں یوں ہو گیا ہے چہرۂ ضو بارِ دوست
سینہ اپنا بن گیا ہے مطلعِ انوارِ دوست

یہ شگفتہ روئی یہ گلرنگیٔ حسن و جمال
گلشنِ کشمیر ہے یا پیکرِ گلبارِ دوست

دید سے اس کی طبیعت سیر ہوتی ہی نہیں
دیکھ کر بھی رہتی ہے پھر حسرتِ دیدارِ دوست

بے نیازِ رنج و غم ہیں بے نیازِ روزگار
مستؔ رکھتی ہے ہمیں وہ چشمِ صہبا بارِ دوست

اختر آذری

بزنس مین ہیں اور کہنہ مشق شاعر ہیں۔ اکثر ریڈیو سے اپنا کلام براڈکاسٹ کرتے رہتے ہیں۔ اعلیٰ رسالوں میں ان کا کلام چھپتا رہتا ہے۔

انتخاب کلام

یہ صورتیں تری آمد کے انتظار کی ہیں
ہر ایک موڑ پہ پرچھائیاں بہار کی ہیں
بچھڑ کے خود سے ہر اک غم سے ہو گئے فارغ
نہ اب ہیں دار کی باتیں نہ کوئے یار کی ہیں
کسے پسند کروں ایک سے ہر ایک حسیں
یہ الجھنیں مری دنیائے اعتبار کی ہیں
کھلا کہ کد ہے تجھے میری نیک نامی سے
جو خواہشیں مرے اعصاب پر سوار کی ہیں

آمر ابد آبادی

نام : رنبیر سنگھ   تخلص : آمر

پیدائش : بمقام پٹیالہ ۲۸ جون سنہ ۱۹۱۰ء

تصنیفات : نصف درجن

کئی ہفت روزہ اخبارات کے ایڈیٹر رہے - پنجاب سرکار کے ریٹائرڈ گزیٹیڈ افسر ہیں

انتخاب کلام

بیابانوں میں قصدِ گل فشانی لے کے آیا ہوں
کہ چھالے پاؤں میں چھالوں میں پانی لیکے آیا ہوں

وہ راہی ہوں قدم لیتی ہیں جس کی منزلیں آ کر
میں اپنے دم قدم میں کامرانی لیکے آیا ہوں

تخیل میں پرِ پرواز رکھتا ہوں میں شاہیں کا
قلم میں باد و باراں کی روانی لیکے آیا ہوں

گلستانِ جہاں میں خار کی مانند ہوں لیکن
بہت خوش ہوں کہ فرضِ پاسبانی لیکے آیا ہوں
امر ہوں میں ابد آباد ہے جدّی وطن میرا
وراثت میں حیاتِ جاودانی لیکے آیا ہوں

رونے دھونے سے بھی کٹتے ہیں کہیں قیدی کے دن
ہم نفس آ بیٹھ کر گلزار کی باتیں کریں

جوانی کے دن ہوں کہ ایامِ حسرت
ہمیشہ رہیں گے نہ تیرے نہ میرے

بلاتے تھے مجھے تم ہر نفس کے ساتھ آ آ کر
نہ میں نے کم نصیبی سے مگر آوازہ پہچانی

ساتھ ہوتی ہے بے خیالی بھی آپ کا جب خیال کرتے ہیں

تسنیم

نام: گنگا دھر تخلص: تسنیم

تعلیم: ایم اے ۔ ۳۱ سال مکتب داری کی ۔ آجکل جنڈی گڑھ میں مقیم ہیں۔

انتخاب کلام

کسی کے ہجر میں جب داغ داغ جلتا ہے
اندھیری رات میں سو سو چراغ جلتا ہے

جگر میں شعلے بھڑکتے ہیں شام ہوتے ہی
سلگنے لگتا ہے دل جب چراغ جلتا ہے

یہ آسمان کی شمعیں جلائی ہیں جس نے
اسی چراغ سے گھر گھر چراغ جلتا ہے

مری نگاہ وہیں سجدہ ریز ہے تسنیم
جہاں بھی حُسن کا کوئی چراغ جلتا ہے

تمنّا انبالوی

نام: رام کشن　　تخلص: تمنّا

پیدائش: ۱۹۰۶ء　　تلمذ: اجل انبالوی

۱۹۴۸ء سے قبلہ جوش ملسیانی کے حلقۂ تلامذہ میں شامل ہیں

انتخاب کلام

تو مرے دل ہی میں چھپا تو نہیں　　اس کی دھڑکن تری صدا تو نہیں
ابتدا ہی میں سوچتا ہوں میں　　دردِ غم کی یہ انتہا تو نہیں
آپ بے وجہ مجھ سے کیوں ہیں خفا　　عرضِ مطلب کوئی خطا تو نہیں
میری قسمت کو دیکھتے کیا ہو　　دل کو دیکھو کہ یہ بُرا تو نہیں
درد و غم میں بھی ایک لذت ہے　　زندگی میری بے مزا تو نہیں

اے تمنّا یہ شغلِ مے نوشی
ہم نے پہلے کبھی سنا تو نہیں

چاند

نام: چاند نرائن رائنہ　　　تخلص: چاند

پیدائش: ۱۹۰۱ء　　　علامہ اقبال مرحوم سے کچھ عرصہ اصلاح لی۔ اقبال کے علاوہ اپنے دادا پنڈت شو نرائن شمیم اور خسر سر تیج بہادر سپرو کی ادبی صلاحیتوں سے بے حد متاثر ہوئے۔ ریٹائرڈ آئی۔ اے۔ ایس آفیسر ہیں اور آج کل چنڈی گڑھ میں مستقل آباد اور بزم ادب کے ممبر ہیں۔

انتخاب کلام

عقل کا جو غلام ہوتا ہے　　　عشق وہ ناتمام ہوتا ہے

عقل کے پر جہاں پہ جلتے ہیں　　　عشق کا وہ مقام ہوتا ہے

عشق صادق کی ہے یہی پہچان　　　بے نیازِ مقام ہوتا ہے

چاند الفت میں بڑھ کے منزل سے
جستجو کا مقام ہوتا ہے

ساحر سنامی

نام: تیج ونت رائے   تخلص: ساحر

تعلیم: ایم اے   چار کتابوں کے مصنف اور ریٹائرڈ تحصیلدار ہیں۔

انتخاب کلام

ان کے دل میں ہے برہمی اب بھی   زلفِ دوراں میں آج بھی خم ہے
غم کا انجام ہے خوشی ساحر   میری راحت بھی حاصلِ غم ہے

پی گئے ہم خدا کا لے کر نام   شیخ کہتا رہا، حرام حرام

میرے دل سے یہ ملاقات کی حسرت بھی نکال
مجھ سے ملنے کی اگر تونے قسم کھائی ہے

موت کا دم بہت ضروری ہے   ورنہ جینا عذاب ہوجائے

شیدا انبالوی

نام: بنارسی داس، تخلص: شیدا، ولادت: اکتوبر ۱۹۱۶ء
تلمذ: قبلہ جوش ملسیانی، تعلیم بی اے بی ٹی اور ایم اے

انتخاب کلام

مزے بے خودی کے لئے جا رہا ہوں
پیئے جا رہا ہوں، جیئے جا رہا ہوں
نہ جی بھر کے دیکھی بہارِ گلستاں
قفس میں یہ ارماں کیے جا رہا ہوں
گناہوں کی بستی میں آباد ہو کر
خدا پر بھروسہ کیے جا رہا ہوں
نہیں احتیاجِ مے و جام شیدا
کسی کی نظر سے پیئے جا رہا ہوں

کنوَل

نام: بلونت سہائے، تخلص: کنوَل، ملازمت: ریٹائرڈ ملٹری فارمس مینیجر پیدائش: ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۴ء

انتخاب کلام

بزدل ہیں جو ساحل کے ارمانوں میں رہتے ہیں
ہم موج رواں بن کر طوفانوں میں رہتے ہیں
یہ گردشِ دوراں ہے یا وحشتِ دل اپنی
اپنوں سے گریزاں ہیں بیگانوں میں رہتے ہیں
کعبے میں مسلماں ہے مندر میں برہمن ہے
انسان تو اے واعظ میخانوں میں رہتے ہیں
حُسنِ گُل ونسریں سے کیا اُن کو کنوَل مطلب
جو موسم گُل میں بھی ویرانوں میں رہتے ہیں

ساحر سیالکوٹی

ضلع سیالکوٹ (مغربی پنجاب) کی تحصیل ڈسکہ میں ایک چھوٹے سے گاؤں کوٹلی نوشہرہ کے رہنے والے ہیں۔ دسویں تک تعلیم ڈسکہ میں پائی۔ بی۔ اے کی ڈگری سناتن دھرم کالج لاہور سے حاصل کی۔ شعر و سخن سے ربط اسکول کے زمانہ ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ مرزا یاس یگانہ، حفیظ جالندھری پنڈت ہری چند اختر، علامہ تاجور نجیب آبادی، فہیم گوالیاری، انور سہسوانی وغیرہ استادان فن کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے۔ لاہور میں سلسلہ تلمذ مرزا یاس یگانہ سے رہا تقسیم وطن کے بعد قبلہ جوش ملسیانی کے دامن فیض سے وابستہ ہو گئے اور اب تک یہ فخر حاصل ہے سرکاری ملازمت سے ریٹائر ہو کر اب روزانہ "پردیپ" جالندھر کے ایڈیٹر ہیں۔

انتخاب کلام

اے دل مجھے اندیشۂ انجام بہت ہے

یہ مان لیا رزق تہہِ دام بہت ہے

ہم راز بنایا دلِ مضطر ہی کو ہم نے
تھی عقل بھی لیکن وہ ابھی خام بہت ہے

مے کا نہیں ساقی کی محبت کا ہوں خواہاں
مل جائے جو محفل میں تو اک جام بہت ہے

دل ترکِ محبت سے بھی کچھ خوش نہیں ساحرؔ
کہنے کو تو کہتا ہے کہ آرام بہت ہے

بربادیٔ سکوں کا نہیں کچھ گلا مجھے
ہوتا ہے یوں بھی عشق میں یہ علم تھا مجھے

کس ڈھب سے کوئی کہتا گیا افسانۂ حیات
معلوم ہو رہا ہے حقیقت نما مجھے

وارفتگیٔ عشق میں کھلتا نہیں یہ راز
دھوکا دیا کسی نے یا دھوکا ہوا مجھے

ساحرؔ نگاہِ خلق میں ہوں رندِ بادہ نوش
ہر رند جانتا ہے مگر پارسا مجھے

بیدل

نام: کیلاش نارائن کول   تخلص: بیدل

جناب بیدل ایک کہنہ مشق اور بزرگ شاعر ہیں اور ان کا مجموعۂ کلام ہے "تصورات بیدل"۔

انتخاب کلام

دوائیں بے اثر ہیں اور دعاؤں کا خدا حافظ
ترے بیمار کی اب چارہ گر امداد کیا کرتے

آئے لیکن جب میں بیخود ہو چکا   بچ کے نکلے کیسے ہر الزام سے

ہوتا جاتا ہے اور دل سے قریب   جتنا آنکھوں سے دور ہوتا ہے

اچھا کہ رُخ تیرا زیرِ نقاب تھا   ورنہ پھر آفتاب کہاں آفتاب تھا

دیوآنہ

نام : موہن سنگھ

تخلص : دیوآنہ

دیوانہ کے پاس جذبات کی فراوانی ہے۔ قدیم غزل کے شعراء کے برخلاف وہ صنفی جذبات کو بے تکلف سپردِ قلم کر دیتے ہیں لیکن ان کے بیان میں ایک حُسن ہوتا ہے اور شائستگی کا پہلو ہاتھ سے نہیں جانے پاتا۔

اُنتخاب کلام

اے غنچہ کس صبا کا ہے انتظار تجھ کو
کس لب کی تشنگی ہے لیل و نہار تجھکو
کس راز داں سے تجھ کو ملنے کی آرزو ہے
کس ترجماں کی تجھکو ہر لحظہ جستجو ہے

آفتاب شاعری

چھپّن ۵۶ سال تک کے شعراء

کا کلام

شباؔب للت

نام : شباؔب للت

پیدائش : اگست ۱۹۳۳ء

ڈبل ایم اے ہیں۔ آج کل ہند سرکار کے محکمہ اطلاعات میں فیلڈ پبلسٹی آفیسر ہیں۔ شعر و سخن میں علامہ منوؔر لکھنوی اور ابوالفصاحت جناب جوؔش ملسیانی سے شرفِ تلمّذ حاصل رہا ہے۔ تقسیم وطن کے بعد علامہ منوؔر لکھنوی کی باقاعدہ رہنمائی ملنے سے شوقِ سخن کو فروغ ملا۔ اب تک آپکے تین شعری مجموعے "مضراب" "پتوار" اور "پروائی" زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر مقبولِ عام ہو چکے ہیں اور حکومت پنجاب کی جانب سے انعام و اعزاز سے نوازے جا چکے ہیں۔

انتخاب کلام

کس قدر معصوم تھی تو کتنی قاتل ہو گئی

زندگی اب تو تری پہچان مشکل ہو گئی

بزدلوں کے واسطے ساحل بھی طوفاں بن گیا
اہلِ ہمت کے لئے ہر موج ساحل ہو گئی

بجھ گئیں شمعیں سسک کر رہ گئے چنگ و رباب
آپ کیا اُٹھ کر گئے ویران محفل ہو گئی

مائلِ لطف و کرم وہ تو ہوئے تھے اے شباؔب
میری غیرت ہی مری خوشیوں کی قاتل ہو گئی

راہِ وفا میں جب بھی قدم ڈگمگائے ہیں
تیرے ستم نے حوصلے میرے بڑھائے ہیں

میری نظر میں فخرِ گلستاں ہیں بس وہ پھول
جو اہلِ گلستاں کے کسی کام آئے ہیں

ہم نے مٹائے ہیں جو دلوں میں تھے فاصلے
ہم نے نیاز و ناز کے پردے اٹھائے ہیں

کتنے ہی جھونپڑوں کے دیئے گل ہوئے شباؔب
تب اہلِ زر کے رنگ محل جگمگائے ہیں

صابرابوہری

میری تاریخ پیدائش ۱۵ ستمبر ۱۹۱۹ء ہے
زبانِ دانی کا مجھے بچپن سے شوق رہا ہے۔ مڈل تک اردو فارسی فارسی پڑھی۔ اس کے بعد دارالعلوم السنۂ شرقیہ لاہور سے منشی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ فارسی کا ایم اے کرنا چاہتا تھا کہ ملک کا بٹوارہ ہوگیا۔ دہلی پہنچکر میں نے انگریزی کا ایم اے کیمپ کالج سے سیکنڈ ڈویژن میں پاس کیا۔ پروفیسر بننے کا خواب آج تک شرمندۂ تعبیر نہ ہوسکا۔
مجھے شعر گوئی پر راغب کرنے میں آرشی بٹیالوی کا نمایاں ہاتھ ہے میں نے پہلی غزل "میں کہیں آتا نہیں جاتا نہیں" ۱۹۵۸ء میں لکھی تھی۔

انتخاب کلام

نظر آنے لگے ہو مہرباں سے — ادا یہ آگئی تم میں کہاں سے
کسے راس آئے گی تیری خدائی — اگر ہم اُٹھ گئے تیرے جہاں سے

جسے دیکھو وہی مطلب کا بندہ محبت اُٹھ گئی شاید جہاں سے
تڑپتی پھر رہی ہے برق اب تک اُلجھ بیٹھی تھی میرے آشیاں سے
یونہی روتی نہیں صابرؔ کو دنیا
اسے بھی عشق تھا اہلِ جہاں سے

کہاں ممکن ہے چشمِ شوق کا بے نور ہو جانا
ستم ہے طُور کے قصے کا یوں مشہور ہو جانا
میں پروانے کی صورت شمعِ سوزاں کا نہیں شیدا
مری ہستی کی فطرت ہے سراپا نور ہو جانا
چھپا لے رازِ الفت گوشۂ دل میں تو ہم جانیں
بہت آسان ہے انسان کا منصور ہو جانا
مرے مولا تری شانِ کرم کی آزمائش ہے
گناہوں پر کسی مجبور کا مجبور ہو جانا
بنا رستہ کوئی تخلیق کا تو ڈھونڈ لے صابرؔ
ہنر کی موت ہے تقلید پر مجبور ہو جانا

از ایس۔ایم۔ آسلم

مہتہ درد

نام : جگدیش مہتہ

ولدیت : شری نہال چند مہتہ

تخلص : درد

پیدائش : ۱۰ر جنوری ۱۹۱۸ء بمقام ساہووالہ۔ضلع سیالکوٹ
(مغربی پاکستان)

مستقل سکونت : ۱۲/۲ پریم نگر ڈبل سٹوری (تلک نگر) نئی دہلی ۱۸

جناب مہتہ درد نے چند ماہ مرحوم علامہ منور لکھنوی سے اصلاح لی۔ مگر آزاد منش ہیں اس لئے ان کی صحبت سے زیادہ فیضیاب نہ ہوسکے۔
پچھلے بیالیس ۴۲ سال سے کانگریس کے بائیں بازو میں رہ کر ملک اور عوام کی بے غرضانہ خدمت کر رہے ہیں۔ سچ سچ کہنا اور سدا اسکی رہنا ان کی زندگی کا افضل اصول ہے۔ سچے سوشلزم اور برابری میں ان کا یقین آج تک قائم

ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے اپنی انقلابی وفاداری پر کبھی حرف نہیں آنے دیا۔ ملک کے بٹوارہ کے بعد جہاں نام نہاد محب وطن سوشلزم کی آڑ میں لاکھوں اور کروڑوں میں بغیر کام کاج کے کھیل کر علیش وعشرت میں مغل بادشاہوں کا بھی منہ چڑا رہے ہیں وہاں مہتہ درد ایسے مرد مجاہد جو مہاجر ہیں کرایہ کے مکان میں رہائش رکھتے ہیں۔ کوئی جائیداد اور بینک بیلینس نہیں یعنی پورے مست قلندر ہیں ۔ کئی مظلوم اور بے بس نوجوانوں کو بڑی خاموشی سے امداد کر کے انھیں عروج پر پہنچایا ہے ۔ راجدھانی کے کل کے کنگلے اور آج کے بہت سے مغل لیڈر انہی کی قربانیوں کی بدولت حکمران بنے بیٹھے ہیں ۔

مہتہ درد کی سب سے بڑی خوبی اِن کی خودداری اور اپنی عزت نفس کا احساس ہے انھوں نے آج تک کبھی کسی کی خوشامد اور چاپلوسی نہیں کی اور نہ کسی سے دب کر اور جھک کر ملے ہیں ۔ جس سے ملے برابری سے ملے اور اپنے وقار کو پوری طرح ملحوظ رکھ کر ملے ۔ یہ ان تھک کام کرنے والے ایک نڈر اور باہمت انسان ہیں اور کبھی کسی حال میں بھی ناامید نہیں ہوتے اور نہ ہی اپنے ساتھیوں کو مایوس

ہونے دیتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ میں نے سیاسی اور سماجی لوگوں میں اور ادیبوں اور شاعروں میں ایسا بے باک، محبت نواز، فیاض، خوش اخلاق، مستقل مزاج اور صاف گو آدمی نہیں دیکھا۔ یہ ان کے حُسنِ اخلاق کی بڑی دلیل ہے۔ کیوں نہ ہو آخر گورُو نانک کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

میں نے انھیں ہر پہلو سے جانچا اور پرکھا ہے اور مجھے ہر پہلو سے یہ ارادے کے پکے اور بات کے دھنی، مخلص اور وفادار نظر آئے۔ سب سے خصوصی تعلقات، برادرانہ خلوص اور عزیزانہ شفقت ان کا شعار ہے

کیسا ان کا دل ہے جو سب کے لئے مضطرب ہے اور جس میں ہر ایک کے لئے درد رہتا ہے۔ کیسی ان کی آنکھیں ہیں جو سب کے لئے بے قرار رہتی ہیں۔

حقیقت میں مہتہ دَرد کی زندگی کا فلسفہ یہ ہے کہ سیاسی، سماجی، ادبی اور شاعرانہ زندگی میں مکر، جھوٹ، ملاوٹ، ڈھونگ، فریب، کھوٹ اور ریاکاری کا دخل نہیں ہونا چاہیے اور ان کی بڑی خصوصیت

یہی نفاست اور وضعداری ہے یعنی مہنت درد کی شخصیت گوناگوں اوصاف کی حامل ہے۔

اردو زبان اور ملک کے اس عاشق شاعر کو وطن کی ہر چیز سے محبت ہے خواہ اس پر کسی فرقہ اور مذہب کی مہر ہو۔ گاندھی جی کی موت کے بعد ایک نظم "گاندھی جی کی یاد" میں انھوں نے سب شاعروں سے اپنا ایک الگ رنگ پیش کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

ہائے کیا ہونا تھا اور یہ ہو گیا کیا تیرے بعد
غرق ہے بحرِ غرض میں ساری دُنیا تیرے بعد
اب کہاں ڈھونڈوں رفاقت کی تمنا تیرے بعد
نقش ہے دل میں کھلا حرص و ہوا کا تیرے بعد
آرزوئے حشمت و جاہ، خواہشِ نام و نمود
اور دامانِ عمل میں رہ گیا کیا تیرے بعد
اب زمانے میں وہ احساسِ رفاقت کہاں
رنگ ہی بدلا گیا فکر و عمل کا تیرے بعد
اختلافِ باہمی، بصورتِ بغض و عناد

اور کیا کرتے ہیں تیرے نام لیوا تیرے بعد
جس طرح چشمِ ہوس سے پردۂ شرم وحیا
اُٹھ گیا یوں رہ نماؤں کا بھروسا تیرے بعد
خنجرِ قانونِ عُریاں، حاکمِ نازک مزاج
میں کہوں تو کس طرح جو میں نے دیکھا تیرے بعد
لیلائے صلح وسکوں بے آبرو ہوتی رہی
کُوچے کُوچے، وادی وادی، صحرا صحرا تیرے بعد
جھانک کر تو دیکھ جنّت کے دریچوں سے ذرا
ہو گیا ہے حال کیا ہندوستاں کا تیرے بعد

مہتہ درد نعت، رباعی، قطعہ، غزل سب کچھ کہتے ہیں۔ نعت تو عشقِ رسول میں ڈوب کر کہتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

یا شاہِ عرب! غم سے عجب حال ہوا ہے
ہے مرنے میں کچھ لطف نہ جینے میں مزا ہے ، اُف درد عجب ہے
بیکل ہوں جدائی سے، ہے بیتاب مری جاں
بے علم ہو کیوں حال سے یہ رنج سوا ہے ، اور رنج وتعب ہے

بے چین و پریشان ہوں اور عقل ہے حیراں
گر درد ہے سینہ میں تو وحشت بھی سوا ہے ، یہ کیسا غضب ہے
پیدل ہی میں گھبرا کے چلا آؤں مدینہ
پر تاب و تواں مجھ میں کہاں ایسا رہا ہے ، اور راہ صعب ہے
قسمت ہوئی برگشتہ تو پھر دست بھلا کون ؟
اب دن بھی مرے واسطے تاریک ہوا ہے ، اور ظلمتِ شب ہے
خادم ہوں جب میں آپ کا تاخیر یہ کیسی ؟
للّٰلہ ! بتا دو مجھے کیا میری خطا ہے ، کیا اس کا سبب ہے
اس بلبلِ شیدا کے لئے ہند قفس ہے
اور اس پہ غمِ دوری عجب درد فزا ہے ، بس جان بلب ہے
کیا دیر ہے کیوں درد پہ ہوتی نظر نہیں
عاشق تو ہوں ، گو نامۂ اعمال سیاہ ہے ، یہ رنج عجب ہے

مہتہ درد کی نظمیں بہت ولولہ انگیز ہیں۔ ان نظموں میں وطن کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ ان میں قومی درد پیغام اور اخلاق بھی ہے۔ ان کی شاعری سوتوں کو جگاتی ہے اور جو

تھک ہار کر دم توڑتے ہیں ان کو راحت اور ہمت بھی بخشتی ہے۔ آیئے ان کی وجد آور حقیقی شاعری سے لطف اندوز ہوں (اس میں ۱۹۴۵ سے آج تک کا کلام شامل ہے)

تہذیب کی اس جنگ سے ہوں میں حیراں
ہیں دیر و حرم میرے لئے سب یکساں
ہر ذرہ مرے واسطے ہے جلوۂ دوست
ناقوس و اذاں دونوں پہ ہوں میں رقصاں

رنگِ رسم و رواج بدلوں گا — آدمی کا مزاج بدلوں گا
جس شریعت سے موت ہو دل کی — اس شریعت کو آج بدلوں گا

ہوں بندۂ بیدام تمھارا، امداد
بیتابِ غمِ ہجر ہوں، سُن لو فریاد
ہے تم کو مدد احمدِ مختار کی حاصل
ہو میری مدد، مُجھ پہ زمانہ کی ہے بیداد

گورو گوبند سنگھ

مشہورِ زمانہ ہے شجاعت اُن کی
بے مثل ہے دنیا میں سخاوت اُن کی
تھے علم کی دُنیا میں ارسطو گویا
مشہورِ زمانہ ہے فصاحت اُن کی

وطن پر جان دینے کی جو خو ہو نوجوانوں میں
بہاریں پھر سے لوٹ آئیں وطن کے گلستانوں میں

کون سُنتا ہے رہبروں کی اے دردؔ
راہزن! میرِ کارواں ٹھہرے
خیر گلشن کی ہو چمن والو
اب تو گلچیں ہی باغباں ٹھہرے

میری بربادیوں کا حال نہ پوچھ یار لوگوں کی مہربانی ہے

اداس لمحوں میں اکثر اے درد بے وفا دوست یاد آتے ہیں

کیا ہوا درد اگر بُرا ہوں میں آدمی ہوں کوئی خدا تو نہیں

نکلتی میّتِ صیاد دیکھیں تو پھر باغِ وطن آباد دیکھیں

عشق میں مُبتلا نہ ہو کوئی آدمی کام کا نہیں رہتا

محمدؐ کا پروانہ بن کر دکھاؤں میں شمعِ بغض کینہ کو بجھاؤں

خُودی مسلک ہے جس کا وہ سپُردِ دار ہے ساقی
خُوشامد سیکھ لی جس نے وہی سردار ہے ساقی

وطن کے باغ کو آباد رکھیں　　ثمر کو، شاخ کو دلشاد رکھیں

ابھی سمے کی باگ ہے غرض پسند ہاتھ میں
ابھی سمے کے ہاتھ میں عنانِ زندگی نہ دے

چلے گا سست روی سے نہ کام اب اے درد
کفن بدوش اٹھو موت کو بلا کے چلو

بجا کہ عشق خلل ہے دماغ کا لیکن
کسی کسی سے محبت ضرور پیدا کر

ابھی ہیں دور بہت بستیاں حسینوں کی
نہ چھین سایۂ دامانِ رہبری مجھ سے

مخالف لاکھ ہو میرا زمانہ　　جو دیکھوں گا سرِ محفل کہوں گا

وہ فرزانے حفاظت کیا کریں گے دین دُنیا کی
بھرے ہیں ذرّد جو دامن، تعصب کے شراروں سے

ہے زمانے میں آبرو اُن کی　　زندگی پُر فریب ہے جن کی
اب ملے گی کہاں، کہاں ڈھونڈیں　　وہ جو پاکیزگی ہے باطن کی

شکر، بزمِ عدو میں آج بھی ہیں　　تذکرے دَرد میری غیرت کے
ہم کو مکر و ریا سے کیا مطلب　　ہم تو محتاج ہیں محبت کے

دوستوں سے کچھ نہیں ہوتا بعید　　دوستوں سے خوف کھانا چاہیئے

جو مہربان ہیں اُن کو بھی مہرباں نہ کہو
کبھی کسی سے بھی رازِ غمِ نہاں نہ کہو
کلی کلی سے گلستاں نے زندگی پائی
کلی کلی کو مگر جانِ گلستاں نہ کہو

گلزآر

از سوشیل

نام: سمپورن سنگھ

والد کا نام: سردار مکھن سنگھ مرحوم نصیح بلڈنگ نزد گھنٹہ گھر سبزی منڈی دہلی

تخلص: گلزآر

پیدائش: ستمبر ۱۹۳۳ء دینا مغربی پاکستان

تعلیم: الیف اے

تلمذ: مہتہ درد

گلزار کو اگر کسی نے اس مقام پر پہنچایا ہے تو وہ ہیں مرد مجاہد حقیقت بیاں شاعر مہتہ درد۔ گلزار اردو ادب سے کورا تھا مگر مہتہ درد کی دن رات محنت اور شفقت نے اسے صحیح معنوں میں گلزار بنا دیا۔ تخلص بھی درد صاحب کا ہی عطا کیا ہوا ہے۔ گلزار کو شاعر بنانے میں درد صاحب کو ہزاروں گالیاں پندرہ سال تک گلزار کے والدین سے

سُننا پڑیں اس کے علاوہ ادیبوں اخبار نویسوں اور شاعروں نے بھی درد صاحب کو طعنے دیئے مگر مہتہ درد صرف مختصر سی بات کہتے کہ "گلزار ایک دن بہت بڑا شاعر اور آدمی بنے گا" اور آخر درد کی دعائیں اور محنت رنگ لائی اور آج گلزار فلمی دُنیا کا مشہور شاعر، ڈائیلاگ رائٹر اور ڈائرکٹر ہے مہتہ درد کو گلزار سے کتنا پیار تھا ان شعروں میں ملاحظہ فرمائیں :

ہے دمِ گلزار میری شاعری
ہاں منوّر[1] غور تو فرمائیے
جان و ایماں ہے مرا گلزار ہی
چھوڑیئے ! اس کو تو بس مرجائیے

گلزار کے نغمے ہر روز آپ ریڈیو کے وودھ بھارتی کے ریکارڈوں میں سنتے ہیں ۔ اب اُن کا تازہ کلام ملاحظہ فرمائیں :

گرا دو پردہ کہ داستاں خالی ہو گئی ہے
گرا دو پردہ کہ خوبصورت اداس چہرے

۱۔ مہتہ درد کے قابلِ احترام استاد مرحوم علامہ منور لکھنوی

کہیں خلاؤں میں کھو گئے ہیں

آوازیں اپنے سُروں سے اُٹھ کر چلی گئی ہیں
غریب آنکھوں سے رُوٹھ کر ایک ایک آنسو
اتر گیا ہے
گرادو پردہ کہ داستاں خالی ہو گئی ہے
بس ایک احساس کی خاموشی ہے، گونجتی ہے
بس ایک تکمیل کا اندھیرا ہے، جل رہا ہے

مجھ سے اک کویتا کا وعدہ ہے، ملے گی مجھکو،
ڈوبتی نبضوں میں جب درد کو نیند آنے لگے،
زرد سا چہرہ لئے چاند اُفق تک پہنچے،
دن ابھی پانی میں ہو، رات کنارے کے قریب،
نہ اندھیرا، نہ اُجالا، نہ ابھی رات، نہ دن
جسم جب ختم ہو اور روح کو جب سانس آئے،
مجھ سے اک کویتا کا وعدہ ہے ملے گی مجھ کو

رشیؔ پٹیالوی

کوہِ شوالک کے دامن میں ہوشیارپور سے سات میل دور مندروں اور مسجدوں سے گھری ہوئی بسی کلاں نام کی قدیم بستی مہاراجہ رنجیت سنگھ والئی پنجاب کے عہد حکومت سے بہت پہلے کی مشہور چلی آتی ہے۔ اس بستی میں ۲۶ جنوری ۱۹۱۷ء کو میں نے زندگی کی اولیں سحر دیکھی۔ میرے والد پنڈت رام چندر مصر اعلاقہ کے نامور عالم تھے۔ تعلیم سے فارغ ہو کر بہت عرصے تک پٹیالہ میں مقیم رہا ہوں وہیں مشق سخن کی ابتدا ہوئی اور وہیں مقامی مشاعروں میں شرکت کا موقع میسر آیا۔ اس نسبت سے احباب رشیؔ پٹیالوی کے نام سے جانتے ہیں۔ رشتۂ تلمذ قبلہ جوشؔ ملسیانی کے ممتاز شاگرد جناب نسیمؔ نورمحلی مرحوم سے رہا ہے۔ آج کل چنڈی گڑھ میں ملک کے مشہور صنعتی ادارہ "الیکورٹس لمیٹڈ" کا منیجر ہوں۔ بطور جنرل سکریٹری بزمِ ادب اردو زبان وادب کی خدمت سرانجام دینے کی سعادت بھی مجھے نصیب ہے۔

انتخاب کلام

ادائے پردہ داری نے عجب جادو جگائے ہیں
وہاں نظریں نہیں چھوڑیں جہاں پردے اٹھائے ہیں
ہم اُٹھ جائیں گے دنیا سے مگر در سے نہ اٹھیں گے
ترے مشتاق ہیں منزل بہ منزل چل کر آئے ہیں
کدھر سے ہو کے نکلے گا جنوں کا کارواں دیکھیں
خرد نے شاہراہِ عشق پر پہرے بٹھائے ہیں
ادائے بے نیازی کی نوازش بھی یہ کیا کم ہے
ہم ان کو بھول جانے کے بہانے یاد آئے ہیں
جو دم بھرتے ہیں اُلفت کا وہی مایوس کر دیں گے
وہی دل توڑ جائیں گے جو ہمدم بن کر آئے ہیں
کہیں ایسا نہ ہو اُن کی طبیعت پر گراں گزریں
رشی ہم نے نگاہوں سے جو افسانے سنائے ہیں

جس قدر چاہا انھیں، اتنا ہی تڑپانے لگے
ہر ادائے جور پر وہ ناز فرمانے لگے

بے نیازی میں بھی ہے پہلو نشیں وابستگی
بے رخی پر بھی خیال وخواب میں آنے لگے

ہم نے دیکھا پردہ داری اور بھی لازم ہوئی
اپنے رُخ سے جب ذرا پردہ وہ سرکانے لگے

یہ کرشمہ کاریٔ حُسنِ طلب ہے لو، سنو
ان کو اپنا کر ہم اپنے آپ سے جانے لگے

چارہ گر نے بے قراری کا علاج اچھا کیا
درد کے آثار درماں میں نظر آنے لگے

کاش اُن سحر آفریں نظروں سے بھی پوچھے کوئی
اپنے بیگانے سبھی ہم کو تو سمجھانے لگے

وہ نظر بدلی تو اک عالم کی نظریں پھر گئیں
اے رتشی اپنے بھی دنیا بھر کے بیگانے لگے

شباب دہلوی

نام : وید پرکاش　　　تخلص : شباب

وطن : کیتھل ضلع کرنال ہریانہ

تعلیم : ایم اے　　پیدائش : ۱۳ مارچ ۱۹۲۳ء

آجکل آپ نئی دہلی میں ریجنل لیبر کمشنر منسٹری آف لیبر منہدستر کار ہیں

انتخاب کلام

آنکھ جلوت میں ہم اٹھا نہ سکے　　ہم کو خلوت میں وہ بلا نہ سکے
بدگمانی تو دور ہو جاتی　　چیر کر دل ہم ہی دکھا نہ سکے
آپ نے تو نقاب اٹھائی تھی　　ہم ہی جلوے کی تاب لا نہ سکے
ہم تو ان کی جفائیں بھول گئے　　وہ ہماری وفا بھلا نہ سکے
اُن سے دنیا کی بات کر ڈالی　　اپنی ہی داستاں سنا نہ سکے

بھولے بھٹکے تو آئے منزل پر
راستے پر شباب آ نہ سکے

وہاں تو ہے جہاں کوئی نہیں ہے　　مکیں تو ہے مکاں کوئی نہیں ہے
ہمارے رازداں لے دے کے تم ہو　　تمہارا رازداں کوئی نہیں ہے
تری بابت میں اتنا جانتا ہوں　　کہ ہونے میں گماں کوئی نہیں ہے
اسیرِ زندگی اتنا سمجھ لے　　کہ رنج جاوداں کوئی نہیں ہے
شبابِ خستہ! یہ وہ میکدہ ہے
جہاں پیرِ مغاں کوئی نہیں ہے

جب کبھی اُن کی یاد آتی ہے　　دفعتاً دل میں نور ہوتا ہے
شیخ کافر ہے اس کی محفل میں　　ہر گھڑی ذکرِ حور ہوتا ہے

ہم جستجوئے یار میں بڑھتے چلے گئے
رہبر کے ساتھ ساتھ کبھی راہزن کے ساتھ

آدمی گو ضرور ہیں ہم لوگ　　آدمیت سے دور ہیں ہم لوگ

کوثر

تخلص : کوثر

نام : مہر چند

تلمذ : مرحوم قبلہ نسیم نور محلی   تصنیفات : صبوحی

آجکل کوثر صاحب جگجیت کاٹن ملز برنالہ میں ایک اچھے عہدے پر کام کر رہے ہیں اور انجمن ترقی اردو برنالہ کے بانی ہیں۔

انتخاب کلام

گلے بہت تھے مگر بار بار کیا کرتے
تری جفا پہ تجھے شرمسار کیا کرتے

غمِ حیات نے مہلت نہ دی جنھیں اے دوست
وہ بد نصیب ترا انتظار کیا کرتے

ہر ایک پھول فسردہ ہر اک کلی مغموم
ہم اس فضا میں تلاشِ بہار کیا کرتے

وقارِ عشق نے ہونٹوں کو سی دیا کوثرؔ
خطاب اُن سے سرِ رہگزار کیا کرتے

یوں چپ ہیں وہ میرا حال سُن کر
جیسے کوئی بات ہی نہیں

بے خودی میں بھی ہے احساسِ خودی
تُو پِلا دیتا ہے، تو پیتا ہوں

آدمی غم سے گریزاں کیوں ہو
عیش دیکھا ہے، تو غم بھی دیکھے

ذکرِ محبوب کو کیا قیدِ مقام
کر لیا یاد جہاں یاد آیا

مضطر گگوڑوی

نام : رام کرشن   تخلص : مضطر

ہندوستان کے مشہور اور مقبول شاعر ہیں۔ روزانہ "ملاپ" دہلی کے ادبی سیکشن کے انچارج ہیں۔ حضرت فراق گورکھپوری سے تلمذ ہے۔

انتخاب کلام

وہ رہ و رسم نہ وہ ربط نہاں باقی ہے
پھر بھی اس دل کو محبت کا گماں باقی ہے

اب بھی لوگوں کی زباں پر ہیں کئی افسانے
اپنا قصہ بہ حدیثِ دگراں باقی ہے

اب نہیں مجھ کو میسر ترا دامن پھر بھی
جوششِ دیدۂ خوننابہ فشاں باقی ہے

دل مضطر کو اب امیدِ ملاقات نہیں
یاد تیری مگر اے دشمنِ جاں باقی ہے

نگاہِ دوست میں جب دیکھ لی بیگانگی ہم نے
کسی سے پھر زمانے کی شکایت ہی نہ کی ہم نے
نظر آنے لگیں ماضی کی درد انگیز تصویریں
کبھی دنیائے مستقبل کو جب آواز دی ہم نے

ہمارے آنسوؤں کو مسکرا کر دیکھنے والے
تبسم ریز آنکھوں میں بھی دیکھی ہے نمی ہم نے
کسی سے دور رہ کر یوں گذاریں ہجر کی گھڑیاں
کہ جیسے عمر بھر کی ہو مسلسل خودکشی ہم نے

محبت کس قدر ناعاقبت اندیش ہوتی ہے
مآلِ شوق کیا ہوگا نہ سوچا یہ کبھی ہم نے
تغافل بھی توجہ ہے توجہ بھی تغافل ہے
کسی کی یہ ادائے پردہ داری جان لی ہم نے
محبّت نے دکھائے ہیں بہت سے معجزے مضطرؔ
محبّت سے بنایا موت کو بھی زندگی ہم نے

ناداںؔ

نام : اندر سروپ دت

والد : مہتہ گورانند تامل دت مرحوم

تخلص : ناداںؔ پیدائش : نومبر ۱۹۲۷ء

سابق وطن : ٹھی وتّاں ۔ تحصیل تلہ گنگ ۔ ضلع کیمبلپور

پیشہ : انڈر سکریٹری منسٹری آف ٹرانسپورٹ اینڈ شپنگ

ہند سرکار نئی دہلی

تصنیفات : غبار رنگ

انتخاب کلام

چاند کے نزدیک ہمسایہ کے گھر سے دور ہے

آدمی تہذیب کے ہاتھوں بہت مجبور ہے

تیز ہوتی جا رہی ہے قمقموں کی روشنی
گوشۂ دل ہے کہ پہلے سے سوا بے نور ہے

بن گئے ہیں دعوی دارانِ جنوں صیدِ ہوس
اب ہوس کو عشق کہنا شاملِ دستور ہے

کیا کہیں کیا حشر ہو گا، کشتیٔ دل کا ندیم
ناخدا انجان، طوفاں تیز، ساحل دُور ہے

ہم نے بھی دیکھے تھے اے ناداں کئی رنگین خواب
ان کا سایہ بھی تو اب وہم و گماں سے دور ہے

عقل کے پھندے، عمل کے جال، یہ لرزاں خلاء
بھاگتے تاروں کو ملتا ہی نہیں ہے راستا

آسماں کو چھو رہے ہیں دورِ حاضر کے مکاں
اور قدر ان کے مکینوں کا تو چھوٹا ہی رہا

ان مسیحاؤں کی صورت سے نہ دھوکا کھائیے
اِن کے ہاتھوں کیا کبھی مردہ کوئی زندہ ہوا؟

جمالؔ

ٹھاکر کاہن سنگھ جمالؔ ہماچل پردیش کے مقام جبّل میں راجپوت گھرانے کے مایۂ ناز فرد ٹھاکر رام چند کے گھر بتاریخ ۱۵ اپریل ۱۹۲۲ء تولد ہوئے چونکہ ٹھاکر صاحب موصوف جبّل کے مقامی مدرسہ میں خود مدرس تھے اس لئے جمالؔ صاحب کو شروع ہی سے علم وادب کا شوق ہونا ایک قدرتی امر تھا۔ اس پر قابل ور ادب نواز والد کی محبت اور ہر وقت کی تلقین سونے پر سہاگہ ثابت ہوئی۔ شعروشاعری کا شوق چرایا لیکن ماحول ناسازگار اور تعلیمی سہولیات مفقود ہونے کے سبب دلی آرزو حدِ آرزو سے آگے نہ بڑھ سکی۔

۱۹۴۸ء میں حالات سدھرے۔ ہماچل پردیش کی حد نمائی ہوئی۔ جمال صاحب کی چشم منتظر کو منزل کی رعنائیاں مسحور کرنے میں کامیاب ہوگئیں اور شملہ ایسے دلفریب اور مردم خیز مقام پر کھینچ لائیں۔ یہاں آکر انھوں نے ہماچل پردیش گورنمنٹ کے سکریٹریٹ میں اسسٹنٹ کے طور پر ملازمت اختیار

کرلی۔ چنانچہ یہیں قیام پذیر ہیں۔ آجکل آپ بزم ادب ہماچل پردیش کے جنرل سکریٹری ہیں۔

انتخاب کلام

زخم قلب وجگر کے سینے دے
دو گھڑی اہل غم کو جینے دے
اپنی زلفوں کی چھاؤں میں ساقی
ایک دو جام مے کے پینے دے

میرے دل کو نہ مل سکی راحت
میں رہا وقف رنج ہی کے لئے
کوہِ غم کو اٹھا لیا سر پر
اک ستم کیش کی خوشی کے لئے

خارزاروں سے گذرنا سیکھئے
موجِ طوفاں میں اُترنا سیکھئے
آرزو جینے کی رکھتے ہو اگر
پیشتر جینے سے مرنا سیکھئے

کس نے چھیڑا ہے شیرِ نر کو آج
آج قومی غرور چونکا ہے
خُون کھولا ہے راجپوتوں کا
اِن کا خفتہ شعور چونکا ہے

گاندھی

نام : اندرجیت   تخلص : گاندھی

ولدیت : ایم ۔ ایل ۔ گاندھی

پیدائش : ۶ ر اکتوبر ۱۹۲۶ء ڈسکہ ضلع سیالکوٹ

تصانیف : پریم کے گیت ، رنگیلے گیت ۔ بھگت سنگھ ۔ سپنے ٹوٹ گئے ۔ غمِ روشن ۔ نیا دیش ۔ رفیقِ انقلاب ، نوائے عشق ۔ ذکرِ نانک اور پختون لیڈر

انتخاب کلام

کس نے کہا ہے آپ سے یہ بدگماں ہوں میں
جس کو یقین ہے آپ پر وہ میری جاں ہوں میں

کیوں کر رہے ہو جستجو میری اِدھر اُدھر
دل سے تلاش کیجئے دل میں نہاں ہوں میں

آئے نہ ذکر کیوں بھلا میرا بھی بار بار
جب آپ ہی کے پیار کی اک داستاں ہوں میں

گاندھی درست بات میں کہتا ہوں برملا
ہندوستاں کے باغ کا اک باغباں ہوں میں

لوگ بے ربط بات کہتے ہیں
کوئی اپنا رہا نہ دنیا میں
یہ تو ہر وقت ساتھ رہتے ہیں
رنج و غم، درد اور تنہائی

بگڑی ہوئی ہر بات بنا سکتا ہوں
بغض اور عداوت کو مٹا سکتا ہوں
چاہوں تو میں وہ آگ بجھا سکتا ہوں
جو آگ جلاتے ہیں کدورت والے

ریاضِ شعر و سخن کی بہار ہیں ہم لوگ
جہانِ شعر و ادب کا وقار ہیں ہم لوگ

نہیں ہے بغض و تعصب سے واسطہ گاندھی
وفا کے بندے ہیں دنیا کا پیار ہیں ہم لوگ

درشن

سردار درشن سنگھ دگّل درشن ہند سرکار میں انڈر سکریٹری ہیں۔ اِن کا کلام بلاغت نظام، آپ ریڈیو سٹیشن سے اور ہندوستان کے اکثر جریدوں میں دیکھتے ہوں گے۔ آپ نے "تلاشِ نور" و "منزلِ نور" شائع کر کے شعری وادبی دنیا میں بلند درجہ حاصل کر لیا ہے۔

انتخابِ کلام

ترے جمال سے اے آفتاب نکلا نہ
نِکھر نِکھر گیا حُسنِ شعورِ رندانہ
کچھ ایسے رنگ سے چھیڑا ربابِ مستانہ
کہ جھُومنے لگا روحانیت کا میخانہ

تری شراب سے مدہوش ہو گئے میخوار
دوئی مٹا کے ہم آغوش ہو گئے میخوار

کہاں کہاں نہ تجھے لے گیا دلِ بیتاب
کہاں کہاں نہ چھڑا تیری معرفت کا رُباب
ترا بیاں ہے سرِ منبر و نہ محراب
ترا چراغ تھا اور طاقِ صرصر و سیلاب

چلی ہوائے مخالف بہت زمانے میں
نہ کامیاب ہوئی تیرا سر جھکانے میں

نہ گلکدوں کی، نہ قصر و محل کی قیمت ہے
شراب و شیر نہ جامِ عسل کی قیمت ہے
نہ خلوتوں کے فروزاں کنول کی قیمت ہے
کہا یہ تو نے کہ حسنِ عمل کی قیمت ہے

عمل کرے گا تو اک روز پھل ملے گا تجھے
بساطِ خاک پہ لطف محل ملے گا تجھے

چشمِ کرم گراں سہی، چشم کرم نہ کیجئے
ایک نگاہ تو کبھی درشنِ خستہ حال پر

آزردہ دہلوی

نام : کنہیالال　　　تخلص : آزردہ

پیشہ : سرکاری ملازمت ہند سرکار　　　تصانیف : "سازجنوں"

آزردہ صاحب ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔

انتخاب کلام

بندہ پرور بس مجھے اس بات کا افسوس ہے
ساری دنیا تھی خفا تم بھی خفا کیوں ہو گئے

جب خدا پر چھوڑنا مقصود تھا منجدھار میں
میری کشتی کے محافظ ناخدا کیوں ہو گئے

بیوفا میں نے اگر کہہ بھی دیا تو کیا ہوا
تم ذرا سی بات پر ناحق خفا کیوں ہو گئے

اب تو آزردہ تعجب ہے ہمیں اس بات کا
عشق کے آزار میں ہم مبتلا کیوں ہو گئے

تماشا گاہِ قاتل بود شب جائیکہ من بودم
تعجب خیز منزل بود شب جائیکہ من بودم
مقامِ حیرتِ دل بود شب جائیکہ من بودم
نمی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم
بہر سو رقصِ بسمل بود شب جائیکہ من بودم

قیامت خیز آں محشر خرامے برق رفتارے
عجب فتنہ طرازے یک بتِ سادہ و پُرکارے
جمالِ خود نما طرفہ تماشا شوخ دلدارے
پری پیکر نگارے سرو قدے لالہ رخسارے
سراپا آفتِ دل بود شب جائیکہ من بودم

بہم شد طالب و مطلوب مثلِ روح جاں خسرو
حضورِ عشق حاضر بود نورِ دو جہاں خسرو
شبِ معراج در خلوت شدہ جلوہ کناں خسرو
خدا خود میرِ مجلس بود اندر لامکاں خسرو
محمد شمعِ محفل بود شب جائیکہ من بودم

جگن ناتھ آزاد

نام : جگن ناتھ تخلص : آزاد

ولدیت : پروفیسر تلوک چند محروم

پیدائش : دسمبر ۱۹۱۸ء

حضرت آزاد ایم اے ہیں اور آجکل منسٹری آف انفارمیشن اینڈ براڈ کاسٹنگ میں پرنسپل انفارمیشن آفیسر ہیں۔

انتخاب کلام

تلخی سے عبارت ہے اب زیست کا افسانہ
یا تلخیٔ دوراں ہے یا تلخیٔ پیمانہ

اب محفلِ جاناں سے کیا لوٹ کے جائیں گے
یہ کہہ کے سرِ محفل رخصت ہوا پروانہ

آنکھوں میں سمائی ہے پہلی ہی جھلک اب تک
دوبارہ تجھے دیکھے کیسے دلِ دیوانہ

اے جوشِ جنوں تیری اس بات کے میں قرباں
جب اُن کے حضور آنا محتاط نظر آنا
کیا کہیئے اُن آنکھوں کی، آزاد! وہ آنکھیں ہیں
پیمانہ بہ پیمانہ ، میخانہ بہ میخانہ

نہ اپنی خبر ہے نہ تیری خبر ہے
نظر کو بہ کو ہے جنوں دربدر ہے
بہار و خزاں ہی پہ ہے منحصر کیا
یہ جو کچھ ہے اے دل فریبِ نظر ہے
جنوں تو ہی اب میری امداد فرما
خرد کا سہارا تو نامعتبر ہے
اسے آپ شبنم کہیں یا ستارے
گلستاں میں ہر پھول کی آنکھ تر ہے
خوشی سے بھی غم سے بھی اے دل گذر جا
خوشی معتبر ہے نہ غم معتبر ہے

رضا

نام: کالی داس گپتا   تخلص: رضاؔ

پیدائش: ۱۹۲۹ء   تلمذ: قبلہ جوشؔ ملسیانی

افریقہ میں مستقل سکونت ہے۔ "شعلۂ خاموش" اور "شورش پنہاں" ان کے دو مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ سرزمین اردو سے کوسوں دور افریقہ میں رہ کر چمن اردو کی آبیاری کر رہے ہیں ان کے کلام میں سنجیدگی اور پختگی ہے۔

انتخاب کلام

جیسے آوارہ، گنہگار، شرابی چہرے
جیسے مستانہ، بلاخیز، لبالب ساغر
جیسے چڑھتے ہوئے دریا کے بپھرتے دھارے
جیسے شوخی سے ابھرتے ہوئے لونخیز بھنور

زندگی دیتے ہوئے جیسے ہوا کے جھونکے
جیسے پت جھڑ کے گزرنے پہ پنپتے ہوئے پھول
جیسے برسات میں اشجار کے کھلتے ہوئے رنگ
دم بدم جیسے بدلتے ہوئے گلشن کے اصول

•

کاش! ان گمشدہ نغمات کی ہلکی سی جھلک
کہیں ان ڈھونڈتی آنکھوں کو دکھائی دیتی
میرے کانوں کو جو حاصل نہیں قربت نہ سہی
دور ہی سے کوئی آواز سنائی دیتی

•

خود عمل کر کے پیمبر نے دیا سب کو رضا
خوب سے خوب اچھے سے اچھا نظام زندگی

•

اجنبی سے لگتے ہیں گو ہیں جانے پہچانے
مفلسی کی دنیا میں کون لوگ بستے ہیں

جوہر بجنوری

نام : چندر پرکاش تخلص : جوہر
پیدائش : ۱۷ فروری ۱۹۲۳ء - مجموعۂ کلام زیر ترتیب ہے

انتخاب کلام

اس شوخ کی آنکھوں میں حیا کھیل رہی ہے
یا اہلِ محبت کی قضا کھیل رہی ہے

لفظوں کی روانی ہے کہ چلتا ہوا جادو
ہونٹوں پہ تکلّم کی ادا کھیل رہی ہے

آنچل سے الجھتی ہیں کبھی مرمریں باہیں
زلفوں سے کبھی بادِ صبا کھیل رہی ہے

رندوں کا عجب حال میخانے میں جوہر
آکاش پہ ساون کی گھٹا کھیل رہی ہے

بہارِ بزم کہاں کھو گئی خدا جانے
سحر ہوئی تو نہ پھر شمع تھی نہ پروانے

وہ شوق کیا کہ جو شرح و بیاں کا ہو محتاج
وہ عشق کیا جسے تیری نظر نہ پہچانے

اگر سنے تو اجل بھی رُخ بدل جائے
ابھی حیات نے چھیڑے نہیں وہ افسانے

کچھ ایسے اب بھی ہیں رندانِ تشنہ لب جو ہر
جدھر نگاہ اُٹھا دیں، ہزار میخانے

ترے خیال سے وابستہ ہر امید کئے
میں مطمئن ہوں متاعِ غمِ حیات لئے

اُن آنسوؤں میں وہ دامن کبھی کا گھل جائے
تمام عمر میں روتا رہا ہوں جس کے لئے

شمار میں ہیں وہ آنسو جو بہہ گئے جو ہر
مگر وہ اشک، جو اُن کے غمِ وفا میں پیئے

جاؔوید وششٹ

نام : شیو پرشاد وششٹ   تخلص : جاؔوید
قلمی نام : جاوید وششٹ   تلمیذ : شمیمؔ کرہانی
تاریخ پیدائش : ۲۶ر ستمبر ۱۹۲۰ء   موضع فتحپور ضلع گوڑگاؤں
تعلیم : ایم اے (اُردو)   دہلی یونیورسٹی
تصانیف : شعلۂ تشنگی ۔ قصۂ حسن و دل ۔ غزال رعنا ۔ روپ رس

انتخاب کلام

مطلب کے سب یارانے ہیں   ہم ہی اب تک دیوانے ہیں
ساقی کا بھرپور کرم ہے   خالی سب کے پیمانے ہیں
چھپ چھپ کر دُکھ دینے والے   اپنے جانے پہچانے ہیں
آ پہنچے ہیں تیرے در تک   دیوانے بھی فرزانے ہیں
آج ہمیں جاؔوید ملے تھے
سچ مچ وہ تو دیوانے ہیں

دل کو جنونِ دل سے بچایا نہ جائے گا
احساں اب آگہی کا اُٹھایا نہ جائے گا

دیکھو بہت بڑھاؤ نہ اُلفت کی رسم و راہ
یہ بارِ غم ہے تم سے اٹھایا نہ جائے گا

مبنی ہے آرزو پہ تسلسل حیات کا
دامانِ دل کو ان سے چھڑایا نہ جائے گا

جاوید میرے فن کو نہ چھُو پائے گی فنا
یہ نقشِ جاوداں ہے مٹایا نہ جائے گا

ظلم اگر سر کو اٹھائے تو کوئی بات نہیں
موت بھی سامنے آئے تو کوئی بات نہیں

زخم مرہم کو ترستے ہیں مگر ہنستے ہیں
زندگی دل کو دُکھائے تو کوئی بات نہیں

آبگینے کو ترے ٹھیس نہ لگنے پائے
دل مرا ٹوٹ بھی جائے تو کوئی بات نہیں

دلیپ بادلؔ

نام : دلیپ سنگھ تخلص : بادلؔ
پیدائش : یکم نومبر ۱۹۲۳ء تعلیم : ایم اے بی ایڈ
تلمیذ : علامہ منور لکھنوی

انتخاب کلام

کیا حال پوچھتے ہو ا مجھ غریب سے
حالات ہو گئے ہیں نہایت عجیب سے

اچھا ہوا جو کام تمہارے میں آ گیا
اپنے نصیب سے کہ تمہارے نصیب سے

شاید کچھ اس سے اور بھی پہلو ہوں آشکار
جا کر سنیں گے قصۂ گل عندلیب سے

اس کو بھی اپنے پاؤں کے دھونے کا دو شرف
کیوں تم کھنچے کھنچے سے ہو بادلؔ غریب سے

آیا نظر گلاب کا اِک پھول باغ میں
گرمی سے جس کا حال بُرا تھا ـــــ بہت بُرا
میں نے کیا سوال "یہ حالت ہے کیوں تری؟"
فی الفور اس گلاب نے رو رو کے یہ کہا
"اے جانِ جاں میرا تو بس اتنا قصور ہے
میں ہنس پڑا تھا صحنِ گلستاں میں اک ذرا"

ہم نے تو ہر پھول کو اپنا خون دیا سرسبز کیا
اہلِ چمن نے پھر بھی ہم کو جنگل کا آدیش دیا
آپ کے غم تو میرے غم ہیں آپ کی خوشیاں اوروں کی
دل نے بھی کس شوق میں آکر سودا یہ منظور کیا
اُس کے حسنِ نظر کے صدقے اس کی رندی پر قرباں
صہبائے گُل رنگ سمجھ کر جس نے ہمارا خون پیا
اپنا جرم یہی ہے بادل اپنی ہے تقصیر یہی
اس نگری کے ہر باسی کو پریم سے ہم نے یاد کیا

جگرؔ جالندھری

دھرم پال جگر جالندھری حضرت ساحرؔ سیالکوٹی کے قابل شاگرد ہیں۔
ان کا کلام روزنانہ ملاپ، اور دوسرے جریدوں میں شائع ہوتا رہتا ہے۔

انتخاب کلام

اُٹھ جام اٹھا دیکھ ادھر ابر اُٹھا ہے
اے ساقیٔ مے خانہ تو کیا سوچ رہا ہے
منظور کسی کو بھی نہیں خاک میں ملنا
آنسو بھی لرزتا ہوا آنکھوں سے گرا ہے
اس دور میں کہتے ہیں شرافت نہیں چلتی
ہم نے تو شرافت سے بڑا کام لیا ہے
کہنے کو تو کہتے ہیں تجھے لوگ مسیحا
کیا دردِ جگر کی بھی ترے پاس دوا ہے

بے مدعا کسی کو کوئی چاہتا نہیں
میں چاہتا ہوں تجھ کو کوئی مدعا نہیں

جھکتے ہیں آدمی ہی کے قدموں پر آدمی
پھر بھی یہ لوگ کہتے ہیں بندہ خدا نہیں

کچھ بھی نہیں ہے حسن مگر پوچھتے ہیں سب
سب کچھ ہے عشق اس کو کوئی پوچھتا نہیں

لب پر ترے جگر کے برائی ہے رات دن
اچھا تو وہ نہیں مگر اتنا برا نہیں

ان کا رخ پھول کھلا ہو جیسے — اُن کا قد سرو کھڑا ہو جیسے
تیرے دیوانے کے گرد اتنا ہجوم — اس میں بھی تیری ادا ہو جیسے
یہ جوانی یہ ترا حسن و جمال — حشر میں حشر بپا ہو جیسے
بار بار اٹھتا ہے یہ دل میں خیال — وہ مجھے بھول گیا ہو جیسے

جگر اس بت کا ہی ذکر آٹھوں پہر
وہی اک تیرا خدا ہو جیسے

خمار جالندھری

نام : پرتھوی راج کپور تخلص : خمار

ولدیت : شری سنت رام کپور پیدائش : ۱۷ دسمبر ۱۹۳۱ء

آپ آجکل بطور اناؤنسر آل انڈیا ریڈیو جالندھر میں تعینات ہیں۔

انتخاب کلام

مشکلیں آسان ہو سکتیں نہیں تدبیر سے
لڑ نہیں سکتا کوئی بھی آدمی تقدیر سے

بندہ پرور مجھ کو رسوا کیجئے یہ سوچ کر
آپ بھی رسوا نہ ہو جائیں مری تشہیر سے

ارتکاب جرمِ الفت میں کروں گا بار بار
تم ڈرا سکتے نہیں ہرگز مجھے تعزیر سے

اِس قدر نازاں ہے جس تدبیر پر تو اے خمار
کارگر ہوگی وہ تیری خوبیٔ تقدیر سے

کیے جاؤ اگر تشویش تو کیا فائدہ ہوگا
وہی ہوگا بہر صورت جو منظورِ خدا ہوگا

سرِ محشر نیا اک فتنۂ محشر بپا ہوگا
اچانک جب ہمارا اور ان کا سامنا ہوگا

خبر کیا تھی تمہاری دوستی کا یہ صلا ہوگا
ہنسے گی ہم پہ دنیا ذکر اپنا جا بجا ہوگا

میں اب تک آپ کے دیدار کی حسرت میں زندہ ہوں
جو آپ آجائیں تو لطف و کرم یہ آپ کا ہوگا

ہماری یاد بھی بھولے سے اُن کو آگئی ہوگی
ہمارا ذکر بھی ان کے لبوں پہ آگیا ہوگا

یہی باعث ہے شاید میرے دل کی بیقراری کا
کوئی پھر حسبِ عادت مجھ سے برہم ہوگیا ہوگا

خمارِ خستہ دل کو ڈھونڈیئے ناحق نہ محفل میں
کہیں بیٹھا ہوا تنہا غزل وہ کہہ رہا ہوگا

طاؔلب

نام : اوم دت تخلص : طاؔلب

پیدائش : جنوری ۱۹۳۱ء

چھٹی جماعت میں جب طاؔلب صاحب پڑھتے تھے تب سے شعر کہہ رہے ہیں۔

انتخابِ کلام

جھکایا ہے جبیں کو اُن کے کوچہ میں جہاں ہم نے
عبادت گاہ کی بنیاد رکھ دی ہے وہاں ہم نے

بھری محفل میں ان کی ایک دزدیدہ نگاہ کیا تھی
اکیلے بیٹھ کر برسوں ہے کی آہ و فغاں ہم نے

سفینہ ڈوب جانے کی شکایت نہ رہی کوئی
چھپا دیکھا جو ساحل پر ہجومِ دوستاں ہم نے

پہنچ ہی جائیں گے آہ و فغاں نالے کبھی اُن تک
تلاشِ یار میں بھیجا ہوا ہے کارواں ہم نے
ہمارے آشیاں کے چار تنکے ہی تھے وہ ظالِب
کہ جن سے رات بھر دیکھا تھا زورِ بجلیاں ہم نے

کوشش سے ہر اک کام سنور جاتا ہے
ماحول کا ہر نقش نکھر جاتا ہے
انسان کو لازم ہے کہ ہمّت رکھے
ہو لاکھ کڑا وقت گذر جاتا ہے

تیری تصویر جو کچھ کہتی نہ کچھ سنتی ہے
جانے کیوں سامنے لانے میں سکوں ملتا ہے،
وہ مرے زخموں پہ تو مرہم نہیں رکھتی پھر بھی
زخمِ دل اُس کو دکھانے میں سکوں ملتا ہے

امرت لعل عشرتؔ

پیدائش کے لحاظ سے پاکستانی، سکونت کے لحاظ سے ہندوستانی اور ذوق کے لحاظ سے ایرانی ہوں! اس لئے کہ ۱۹۲۷ء میں لاہور میں پیدا ہوا۔ ۱۹۴۷ء سے ہندوستان میں مقیم ہوں اور ۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۴ء تک ایران میں کشور "گل و بلبل" کی گلگشت میں مصروف رہا ہوں۔ آج کل بنارس ہندو یونیورسٹی کے شعبۂ اردو و فارسی میں بحیثیت استاد مقیم ہوں۔

انتخاب کلام

پیمانۂ دل کو ذرا خوش رنگ بناؤ
اِس میں غمِ حالات کے آنسو نہ ملاؤ

میں پا کے تمھیں اور کہیں جا نہ سکوں گا
اے دُور کے جلوو! مرے نزدیک نہ آؤ

ساحل مری کشتی کے مقدر میں لکھا ہے
طوفان کے دھارو! مجھے آنکھیں نہ دکھاؤ

موسم کا تقاضہ ہے کہ ہر زہرہ جبیں سے
پیمانِ وفا باندھ کے پیمانہ اُٹھاؤ

عشرتؔ یہی دستورِ محبت کی ہے عظمت
چپ چاپ سلگتے رہو لب تک نہ ہلاؤ

تیری زلفوں سے یہ قائم ہے بھرم
ورنہ دنیا میں کبھی شام نہ ہو

جام سے پی لوں مگر ڈرتا ہوں
چشمِ ساقی کہیں بدنام نہ ہو

جام و بادہ سے بہلنے والو
تاک میں گردشِ ایام نہ ہو

شعر کی جان ہے جدّت عشرتؔ
کوئی مضمون ہو مگر عام نہ ہو

بے قراروں کی زندگی کیا ہے
دل کے ماروں کی زندگی کیا ہے

جو سرِ شام ٹوٹ جاتے ہیں
ان ستاروں کی زندگی کیا ہے

منزلوں کے لئے بھٹکتی ہوئی
رہ گزاروں کی زندگی کیا ہے

مسکراتی ہوئی بہاروں میں
خارزاروں کی زندگی کیا ہے

جن بہاروں کا دم خزاں تک ہو
اُن بہاروں کی زندگی کیا ہے

گل پرستی اگر نہ ہو عشرتؔ
گل عذاروں کی زندگی کیا ہے

ورما ملک

پیدائش فرید آباد (شیخوپورہ) پاکستان کی ہے۔ مجھے صحیح تاریخ وسن تو یاد نہیں، لیکن فلمی زندگی کی عمر دو سال ہے۔ زندگی کی بیس بہاریں پڑھنے لکھنے کھانے اور زندگی سمجھنے میں گزاریں۔ زندگی کو سمجھنے کا شعور آیا تو بٹوارہ ہو گیا۔ بیس سال زندگی بنانے میں فلم انڈسٹری کی نذر ہو گئے۔

انتخابِ کلام

نہ عزت کی چنتا نہ فکر کوئی ایمان کی، جے بولو بے ایمان کی، جے بولو

بے ایمانی سے بنتے ہیں بنگلے باغ باغیچے
سر کے اوپر پنکھے چلتے پاؤں تلے غالیچے
ریت رواج دھرم اور مذہب جاتے ہیں نیچے
بے ایمان ہوسب سے آگے، دنیا پیچھے پیچھے

محنت سے بنے نہ کٹیا، ارے چھوڑ و بات مکان کی

جے بولو بے ایمان کی

پیپٹ بھی اصلی سیٹھ بھی اصلی نقلی مال بنائے
اوپر اصلی لیبل، اندر نقلی گھی اور چائے
پاپلین کا بدل کے نمبر ٹائرلین بنائے
یا لے ایمانی تیرا آسرا بول کے لوٹتا جائے
اپنے دیش کا کپڑا اور لگی ہے مہر جاپان کی
جے بولو بے ایمان کی

بڑی بے ایمانی کرتے کچھ بڑے گھروں کے جائے
بڑے نام کی چادر سے چہرے کو رہیں چھپائے
اس کو مان ملے جگ میں جو ایمان بن جائے
ان چوروں کی محفل سے مجھکو بھگوان بچائے
صورت بھولی بھالی اور سیرت ہے شیطان کی
جے بولو بے ایمان کی

پریم وار برٹنی

پیدائش شہر ڈنگا ضلع گجرات (پاکستان) میں ہوئی۔ تعلیم وار برٹن اور لاہور میں حاصل کی۔ تقسیم وطن کے بعد ہندوستان کے مختلف شہروں کی خاک چھانی ۱۹۵۰ء میں ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز مالیر کوٹلہ میں ہوا۔ ۱۹۵۸ء میں بمبئی میں سکونت اختیار کی۔ وہاں دس برس فلمی نغمے لکھتا رہا پھر فالج کا شکار ہو کر پنجاب چلا آیا اور ان دنوں چنڈی گڑھ میں ہوں۔

انتخاب کلام

کچھ نہ کچھ دے ہمیں خبر بابا — کس نگر میں ہے تیرا گھر بابا
یوں تو بگیا میں ہے بسنت بہار — پھول ہنستے نہیں مگر بابا
رام سیتا تو بن میں گھومے تھے — ہم تو بھٹکے ہیں دربدر بابا
اور بھگوان مل سکے گا کہاں — من کے مندر کو چھوڑ کر بابا
پریم اب تو کہیں بسیرا کر
ڈھل چکی دیکھ دوپہر بابا

•

یہ تو نے اپنے رخ سے کیا اٹھا دیا نقاب کو
کہ چاند دیکھتا ہی رہ گیا ترے شباب کو
جو زُلف کھُل گئی تو ہر طرف بہار چھا گئی
جھکی تری نظر تو میکدوں کو نیند آ گئی
حجاب تجھ سے آ گیا کھلے ہوئے گلاب کو
اٹھی تری نظر تو حادثے جوان ہو گئے
زمین و آسماں عجیب حیرتوں میں کھو گئے
یہ کس نے تیرا روپ دے دیا خدا کے خواب کو
تو حُسنِ دل نواز ہے، عبادتوں کا راز ہے
تو ہی مری اذان ہے، تو ہی مری نماز ہے
کہیں مری نظر لگے نہ میرے انتخاب کو
کہ چاند دیکھتا ہی رہ گیا ترے شباب کو
یہ تو نے اپنے رُخ سے کیا اٹھا دیا نقاب کو

•

درد کلروی

نام : وشوا ناتھ — تخلص : درد

پیشہ : ٹیچری — پیدائش : ۲۵ اپریل ۱۹۲۴ء
کلر سیداں ضلع راولپنڈی

مجموعہ کلام : "اجنبی"

انتخاب کلام

ایک ترے جانے سے ساتھی شہر ہوا ویرانہ سا
دنیا کی ہر اک سچائی لگتی ہے افسانہ سا
ہم گھومے ہیں صحرا صحرا، وادی وادی، بستی میں
آنکھ کھلی تو ہم نے پایا صحرا میں ویرانہ سا
ہائے یہ کیسا دور آیا ہے خود سے خود انجان ہوئے
اپنے شہر کا ایک ایک چہرہ لگتا ہے بیگانہ سا
آپ نے کیا وہ شاعر دیکھا درد جسے سب کہتے ہیں
بات کرے تو ہوش اڑائے دیکھو تو دیوانہ سا

دامن میں کہیں خار کہیں پھول لیے ہیں
ہم گلشنِ ہستی کو کہاں بھول رہے ہیں
چمکیں گے ہم اک روز مہ و مہر کی مانند
ہم بھی ترے قدموں کی کبھی دھول رہے ہیں
اپنوں نے جو اپنایا نہیں ہم کو تو کیا غم
غیروں کی نگاہوں میں تو مقبول رہے ہیں
کل ہوں گے وہی زیست کے افسانے کا عنواں
جو آج سر دار و رسن جھول رہے ہیں

•

بہت اکتا گیا ہوں اپنے جی سے
مرا دل بھر گیا ہے ہر کسی سے
مرا ماضی، مری یادیں کہاں ہیں
یہ پوچھوں اب تو کیا پوچھوں کسی سے
جو آئے جس کے جی میں درد کہہ لے
سنوں گا ہر کسی کی میں خوشی سے

کنولؔ ضیائی

دہرہ دون بزم جگر کے سروے سروا ہیں۔

انتخاب کلام

ناکام فسانے بھی بڑے کام کے نکلے
آنسو تیری آنکھوں سے مرے نام کے نکلے

غم اس لئے اس دل کی تباہی کا نہیں ہے
ارمان تو کچھ گردشِ ایام کے نکلے

اس شخص پہ دنیا ترا احسان بھی کیا ہے
جس شخص کے دو دن بھی نہ آرام کے نکلے

اب تک ہمیں حالات میں ڈھلنا نہیں آیا
ہم لوگ جہاں میں نہ کسی کام کے نکلے

رکھ لیتا ہوں گھبرا کے کنولؔ ہاتھ جگر پر
جب بھی کوئی محفل سے جگر تھام کے نکلے

نادار

نام: رام داس ، تخلص: نادار ، تعلیم: ایم اے پربھاکر۔ ادیب فاضل
پیدائش: ۱۳؍جون ۱۹۲۸ء تلمبہ تحصیل خانیوال ضلع ملتان (پاکستان)

انتخاب کلام

زندگانی ہے بھلا کس کام کی — اک وضاحت ہے غم و آلام کی
کہہ رہی ہیں میرے دل کی دھڑکنیں — یہ صدا ہے اُن کے اُٹھتے گام کی
ہر خزاں کے بعد آتی ہے بہار — ہیں بدلتی صورتیں ایّام کی
چل رہے ہیں اور چلتے جائیں گے — ہے خبر کس کو یہاں انجام کی
ہر سخنور ایک پیغمبر ہی ہے — شعر بھی اک شکل ہے پیغام کی
خونِ مفلس بہہ رہا ہے مثلِ آب — ایسی آزادی بھلا کس کام کی

بخت بدلا ہے ترے نادار کا
دھاک ہے دنیا میں اس کے نام کی

ساغر پالمپوری

نام: منوہر شرما
تخلص: ساغر

پیدائش: یکم جون سنہ ۱۹۴۸ء
سابق وطن: سیالکوٹ

حال سٹینو گرافر۔ ڈی۔ سی۔ آفس دھرمشالہ

ہندی، پنجابی، ڈوگری اور پہاڑی زبانوں پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ دو مجموعے عنقریب شائع ہو رہے ہیں۔

انتخابِ کلام

جھونکا ہوا کا ایک اِدھر سے اُدھر گیا
ماضی مرے قریب سے ہو کر گزر گیا

یہ بات اور ہے کہ چھلکتا نہیں یہ دل
وہ جام ہے جو خونِ تمنا سے بھر گیا

اہلِ وفا کو تنہا و مایوس دیکھکر
میرا وجود اپنے ہی سایے سے ڈر گیا

نادار

نام: رام داس ، تخلص: نادار ، تعلیم: ایم اے پربھاکر۔ ادیب فاضل
پیدائش: ۱۳ر جون ۱۹۲۸ء تلمبہ تحصیل خانیوال ضلع ملتان (پاکستان)

انتخاب کلام

زندگانی ہے بھلا کس کام کی ۔۔۔ اک وضاحت ہے غم و آلام کی
کہہ رہی ہیں میرے دل کی دھڑکنیں ۔۔۔ یہ صدا ہے اُن کے اُٹھتے گام کی
ہر خزاں کے بعد آتی ہے بہار ۔۔۔ ہیں بدلتی صورتیں ایّام کی
چل رہے ہیں اور چلتے جائیں گے ۔۔۔ ہے خبر کس کو یہاں انجام کی
ہر سخنور ایک پیغمبر ہی ہے ۔۔۔ شعر بھی اک شکل ہے پیغام کی
خونِ مفلس بہہ رہا ہے مثلِ آب ۔۔۔ ایسی آزادی بھلا کس کام کی

بخت بدلا ہے ترے نادار کا
دھاک ہے دنیا میں اس کے نام کی

ساؔغر پالمپوری

نام : منوہر شرما	تخلص : ساؔغر

پیدائش : یکم جون ۱۹۴۸ء	سابق وطن : سیالکوٹ

حال سٹینوگرافر۔ ڈی۔سی۔ آفس دھرمشالہ

ہندی، پنجابی، ڈوگری اور پہاڑی زبانوں پر پورا پورا عبور حاصل ہے۔ دو مجموعے عنقریب شائع ہو رہے ہیں۔

انتخاب کلام

جھونکا ہوا کا ایک اِدھر سے اُدھر گیا
ماضی مرے قریب سے ہو کر گزر گیا

یہ بات اور ہے کہ چھلکتا نہیں یہ دل
وہ جام ہے جو خونِ تمنا سے بھر گیا

اہلِ وفا کو تنہا و مایوس دیکھکر
میرا وجود اپنے ہی سایے سے ڈر گیا

پھر یاد آئیں ان کی وہ جلوہ نمائیاں
وہ سامنے ہوئے تو مقدر سنور گیا

دورِ جفا میں خلوتِ زاہد کہاں رہی؟
میں ڈھونڈتا ہوں ساغرِ مسکیں کدھر گیا

●

معصوم فضا گاؤں کی ماحول شہر کا
امرت کی یہ گنگا تو سمندر وہ زہر کا

بے وجہ ہی یہ موہنی مسکان اچھالے
آوارہ ہے اندازہ جوانی کی لہر کا

چہروں سے شرافت کے اجالے تو ہٹاؤ
اخلاق کی دنیا میں اندھیرا ہے قہر کا

یہ تھام لے باہوں میں تو غرقاب کرے وہ
پھر بھی کوئی رشتہ تو ہے ساحل سے بحر کا

تم ہنسو تو ساتھ اس کے جو روؤ تو اکیلے
ساغر ہے ازل سے یہی دستور دہر کا

راہی

نام : رشمی کانت تخلص : راہی

راہی ہندی اور گجراتی زبان کے بھی کوی ہیں ۔حضرت امجد نجمی کی صحبت سے وہ اردو میں بھی شعر کہتے ہیں۔ کٹک اڑلیسہ روٹری کلب کے سرگرم رکن ہیں۔ بزم سخن کے روحِ رواں اور اردو لائبریری آف اڑلیسہ کی گورننگ باڈی کے بھی ممبر ہیں۔ راہی کو فن موسیقی اور اردو ادب سے بھی گہری دلچسپی ہے

انتخاب کلام

زندگی کی مانگ میں بھر کے رسوائی کا رنگ
جارہا ہوں دوستو لے کے تنہائی کا رنگ

جم رہی ہے یاد کی دھول میری روح پر
رنگ لائے گا مگر میری تنہائی کا رنگ

وحشتوں کی جھیل میں آرزوؤں کا کنول
کھل اٹھا لے کر میرے غم کی گہرائی کا رنگ
مے کدہ ہے زیست کا کس لئے ناصح بتا
تو چلا آیا یہاں لے کے دانائی کا رنگ
دھڑکنوں کی لے پہ تو یونہی گائے جا غزل
بھر دے راہی روح میں آج شہنائی کا رنگ

●

دل ہے غم سے باغ باغ
بھر میرا خالی ایاغ
پالیا ہے زیست نے
شادمانی کا سراغ
تیرگی روشن ہوئی
بجھ گئے جب جب چراغ
بدنصیبوں کو کہاں
راس آتا ہے فراغ
دل کو کوئی دے گیا
یک بہ یک فرقت کے داغ
بلبلوں کے ساتھ ساتھ
بولنے لگتے ہیں زاغ
بہہ گئے طوفان میں
راہی کتنے باغ و راغ

نجمیؔ

حقیقی و قلمی نام : ن۔ ن۔ نجمیؔ تعلیم : ایم اے
تاریخ و مقام پیدائش : ۳ر جولائی ۱۹۳۲ء
راجن پور ضلع ڈیرہ غازی خاں (پاکستان)
مجموعۂ کلام : جامِ صد رنگ ۔ آجکل کورو کھیشتر یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔

انتخاب کلام

عمر بھر فکرِ غمِ دُنیا کیا اے فریبِ زیست! ہم نے کیا کیا
خود ہوئے رُسوا ہمیں رسوا کیا بندہ پرور! آپ نے یہ کیا کیا
کچھ مقدّر ہی تھا الٹا خیر سے کچھ دُعاؤں نے اثر اُلٹا کیا
بے رُخی بھر لیں وفائے عشق سے خیر! تم نے جو کیا اچھا کیا
حالِ دردِ ہجر اے نجمیؔ نہ پوچھ
دل پہ جو گزرا کیا، گزرا کیا

●

تپتے ہوئے جھلستے ہوئے ریگ زار ہم
اک اک نفس میں رکھتے ہیں برق و شرار ہم

سجدے گزارتے ہیں سرِ رہ گزار ہم
کرتے ہیں اس طرح بھی ترا انتظار ہم

یُوں روٹھ کر نہ جاؤ کہ پھر ڈھونڈتی پھرو
اگلی بہار ہوں کہ نہ ہوں اے بہار ہم

بیٹھے بٹھائے چشم و دل وجاں کو کیا ہوا
بے اختیار ہو گئے بے اختیار ہم

کیا چیز ہے یہ دیدِ مکرّر کی آرزو
کیوں دیکھتے ہیں تیری طرف بار بار ہم

کب تک خود اپنے حال سے ہم بے خبر رہیں
کب تک رہیں تمھارے لئے اشک بار ہم

نجمیؔ فریب خانۂ ہستی سے کیا ملا
سینہ فگار آئے گئے دل فگار ہم

عاؔقل لاہوری

نام: دھرم پال تخلص: عاؔقل

تاریخ پیدائش: ۲۰؍ نومبر ۱۹۳۲ء

تعلیم: ایم-اے (اردو) بی-ٹی

تصنیف: خونِ جگر پیشہ: سروس محکمہ تعلیم ہماچل پردیش

تلمذ: مرحوم علامہ منور لکھنوی - ڈاکٹر منوہر سہائے اؔنور اور افقر موہانی

انتخاب کلام

غم کی سو بار چوٹ کھائی ہے
زندگی پھر بھی مسکرائی ہے

دولتِ عشق یوں نہیں پائی
جان دے کر یہ ہاتھ آئی ہے

●

بناتا ہی رہوں گا میں نشیمن پر نشیمن اب
جو ہمت ہو تو دیکھے حوصلہ برقِ تپاں میرا

جب بھی دل پر زخمِ غم کھاتا رہا
میں خوشی کے ساز پر گاتا رہا
دوستوں کے دیکھ کر لطف و کرم
دوستی کا سب بھرم جاتا رہا
جب حقیقت زندگی کی کھل گئی
دل سے کھٹکا موت کا جاتا رہا
مل گئی عاقل تلاطم میں اماں
شوقِ ساحل دل سے اب جاتا رہا

روشن رہے گا نام انھیں کا جہان میں
شمعِ سخن جو خونِ جگر سے جلا گئے

عاقل کی طبیعت کو کیا پوچھتے ہو لوگو!
ظاہر میں تو اچھا ہے باطن کی خدا جانے

عابدؔ مناوری

نام : گوری نندن سنگھ بالی تخلص : عابدؔ

آبائی وطن : قصبہ مناور (چھمب سیکٹر)

پیدائش : جموں - ۲۷ مئی ۱۹۳۸ء

تلمذ : حضرت جوشؔ ملسیانی

مجموعۂ کلام : بہارِ غزل ، شمیم گل

انتخابِ کلام

افسانۂ بربادِ وفا کون سنے گا
اے عشق تری آہ و بکا کون سنے گا

مظلوم کی روداد تو ہے سب کی زباں پر
یہ ظلم مگر کس نے کیا کون سنے گا

اے راہ زنو دل میں جو آئے وہ کرو تم
جنگل میں مسافر کی صدا کون سنے گا

دنیا کی نگاہوں میں گنہ گار ہوں لیکن
کیونکر میں گنہ گار ہوا کون سنے گا

جس در پہ کھنکتے ہوں زر و سیم ہی عابدؔ
اُس در پہ محبّت کی صدا کون سنے گا

•

وہ جو زحمت اُٹھائیں آنے کی
جاگے قسمت غریب خانے کی
گلستاں سے دھواں سا اٹھا ہے
مانگئے خیر آشیانے کی
بات کرتا ہے تو بھی اے ناصح
کس زمانے میں کس زمانے کی
عابدؔ اشعار کہنے سے پہلے
نبض پہچانئے زمانے کی

•

لوگ کرتے رہے نظارہ لبِ دریا سے
ڈگمگاتا رہا موجوں میں سفینا اپنا
دل کے آئینے میں جب غور سے دیکھا عابدؔ
اجنبی سا نظر آیا ہمیں چہرا اپنا

•

بہار

نام : امیر چند ، تخلص : بہارؔ ، تعلیم : ایم اے
مجموعۂ کلام : "نسیم مغرب" ، "نسیم بہار" گورنمنٹ کالج
رہتک میں انگلش ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ ہیں۔

انتخاب کلام

جور و جفا و رنج و الم دیکھتے رہے
کیا کیا رہِ طلب میں نہ ہم دیکھتے رہے

غیروں پہ ان کی چشم کرم ہم سے بے رخی
گو دیکھنا محال تھا ہم دیکھتے رہے

میں کوششِ حیات میں حد سے گذر گیا
احباب مجھ میں جینے کا دم دیکھتے رہے

اک شخص بھی ہوا نہ مرے درد میں شریک
سب لوگ میری آنکھ کا نم دیکھتے رہے

تیرے نقوشِ پا کی مسلسل تلاش میں
ہم رہروؤں کے نقشِ قدم دیکھتے رہے

پھیلا کے ہاتھ غیر کے آگے نہ آئی شرم
اک عمر سوئے اہل کرم دیکھتے رہے

ملتی رہی بہارؔ ہمیں اہل دل سے داد
جو نکتہ چیں تھے پہلوئے ذم دیکھتے رہے

قتیلؔ

نام: سکھدیو سنگھ   تخلص: قتیلؔ

پیدائش: اکتوبر ۲۲ء موضع باڑہ جیندالوالا ضلع فیروزپور

تلمیذ: پنڈت گنگا دھر تسلیمؔ ایم اے ایم او ایل

انتخاب کلام

گلی گلی سے ملا دردِ انتظار مجھے
تمہارے بعد نہ راس آسکی بہار مجھے

خرد نواز کلم، ستم شعار ادا
بڑے شعور سے ملتے ہیں غمگسار مجھے

عزیز تر تھا جو نغمہ شب وصال تمھیں
شب فراق سناتی رہی بہار مجھے

قدم قدم پہ نظر رکھ رہے ہیں اہلِ خرد
چلی یہ لے کے کہاں تیری رہگذار مجھے

گلزار زتشی دہلوی

نام : آنند موہن زتشی   تخلص : گلزار
پیدائش : ۱۹۲۶ء   تلمیذ : پنڈت دتاتریہ کیفی

انتخاب کلام

حسرت و آرزوئے شوق جواں تھی پہلے
اتنی تسکین محبت میں کہاں تھی پہلے

آج معتوب ہے جو اہل سیاست کے طفیل
کتنی مقبول وہی اردو زباں تھی پہلے

زمزم و کوثر و تسلیم کا لے کر پرتو
آب گنگا کی یہی موجِ رواں تھی پہلے

آج کس درجہ ہے گلزار ادب کی زینت
نغمہ سنجی کی یہی طرز کہاں تھی پہلے

حسرت سالپوری

نام: فقیر چند بھسین — تخلص: حسرت

صوبہ سرحد کے رہنے والے ہیں۔ آجکل آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی میں ملازم ہیں۔

انتخاب کلام

آہ دل کی لبوں پہ آئی ہے
غیرتِ عشق کی دہائی ہے
پھر کسی سے نظر ملائی ہے
قلبِ مضطر کی شامت آئی ہے
دل لگانا بُرا سہی لیکن
دل لگانے میں کیا بُرائی ہے
رکھ دیا سر کسی کے قدموں پر
بندگی آج کام آئی ہے
عرضِ مطلب پہ مسکرائے وہ
ہائے کیا طرزِ دل ربائی ہے
شعر تجھ کو سنائے کیا حسرت
دل میں صورت تری بسائی ہے

پرؔویز

نام : پرکاش ناتھ تخلص : پرؔویز
تعلیم : ایم اے سروس کرتے ہیں

انتخاب کلام

گزرا مرے قریب سے اک پیکرِ جمیل
تارِ نظر کو سلسلہ جنباں کئے ہوئے

پھر مو رہا ہوں راہِ محبت پہ گامزن
ہر مشکلِ حیات کو آساں کئے ہوئے

میرا مشاہدہ ہے کہ ہے عزم زندگی
ہر قطرۂ حقیر کو طوفاں کئے ہوئے

پرؔویز کہہ رہا ہوں محبت کی داستاں
حسنِ نظر نواز کو عنواں کئے ہوئے

شاؔد

نام: ہر بھگوان تخلص: شاؔد

پرانے استاد شاعر ہیں اور آج کل روزانہ ہند سماچار جالندھر کے ایڈیٹوریل بورڈ میں شامل ہیں۔

انتخاب کلام

جہاں جہاں ترے گیسو بکھر گئے ہوں گے
طبیعتوں کو پریشان کر گئے ہوں گے

جگہ ملی نہ تری محفل طرب میں جنھیں
وہ غم نصیب نہ جانے کدھر گئے ہوں گے

خبر بھی اہل قفس کو نہ مل سکی ہو گی
کئی بہار کے موسم گزر گئے ہوں گے

یہ آج شور ہے کیسا درونِ میخانہ
جناب شاد یقیناً ادھر گئے ہوں گے

رنگِ حنا

(شاعرات)

نیرا نرگس

پیدائش: ۱۲ر اپریل ۱۹۴۱ء چھندواڑہ (مدھیہ پردیش)۔ بچپن سے ہی آپ کو مضمون نگاری، موسیقی اور شاعری سے دلچسپی ہے۔ ۱۹۵۸ء سے آل انڈیا ریڈیو کے اردو ہندی اور برج پروگراموں میں حصہ لے رہی ہیں۔ آپ کا کلام اردو اور ہندی رسالوں میں شائع ہوتا ہے۔ آپ کے شوہر ڈاکٹر شرما ہندو راؤ ہسپتال دہلی میں فزیشن ہیں۔ مشاعروں، کوی سمیلنوں اور موسیقی کی محفلوں میں شرکت کرتی رہتی ہیں

انتخاب کلام

یہ کیوں پرواز اوجِ آسماں تک — نہ مٹ جائے کہیں تیرا نشاں تک
جھلکتی ہے خماری چشمِ نم میں — جگر سے خون کھنچ آیا کہاں تک
ستم کی انتہا میں شک نہیں ہے — نہ آئے گا کبھی شکوہ زباں تک
شبِ تاریک سے گھبرا گیا دل — چلی آ برق میرے آشیاں تک
بنی پھرتی ہو نرگسؔ شاعرہ کیا — ہے کوسوں دور اندازِ بیاں تک

کانتا گرووَر شبنمؔ

کانتا گرووَر شبنمؔ کو بچپن سے ہی شعر سننے کا بے حد شوق تھا۔ آپ کے اس شوق کی والد کی طرف سے حوصلہ افزائی ہوئی تو ۱۹۴۵ء سے خود شعر کہنے لگیں ملک کی تقسیم کے بعد آپ شملہ چلی آئیں ماحول کی تبدیلی نے شعری ذوق کو وقتی طور پر کم کر دیا۔ ۱۹۶۸ء سے دہلی میں ہیں اور اب پھر شعری ذوق نے عملی شکل اختیار کر لی ہے۔ مجموعۂ کلام "شبنم کے موتی" شائع ہو چکا ہے۔

انتخابِ کلام

آپ کا اعتبار کرتے ہیں ۔۔۔ آج تک انتظار کرتے ہیں
ہیں جو آدابِ عشق سے واقف ۔۔۔ وہ ترے غم سے پیار کرتے ہیں
کیا جنوں ہے کہ ہم بہاروں میں ۔۔۔ انتظارِ بہار کرتے ہیں
تیرے بخشے ہوئے غموں پر ہم ۔۔۔ ہر مسرت نثار کرتے ہیں

میرے آنسو ہی اب تو اے شبنمؔ
حالِ دل آشکار کرتے ہیں

راحت بریلوی

ان کے دو شعری مجموعے "سلگتے
پھول" اور "آئینۂ اتحاد" ہیں

انتخاب کلام

چند روزہ حیات ہے لیکن
پاسِ رسم و رواج رکھتی ہوں
جان دیتی ہوں میں محبت پر
ہائے کیسا مزاج رکھتی ہوں

•

ایک ایک لمحہ بار ہوتا ہے
اشک آنکھوں میں تیر جاتے ہیں
غور کرتی ہوں جب وفاؤں پر
دل میں سو سو خیال آتے ہیں

کملا کھلر قمر

ہوا دل پہ غم کا اثر چپکے چپکے
چھلکتی ہیں آنکھیں مگر چپکے چپکے
مجھے تو ہیں محرومیاں راس آئیں
نہ ہو گی کبھی تیری مجھ تک رسائی
تمنا کے بھڑکے شرر چپکے چپکے
ہوا دل پہ غم کا اثر چپکے چپکے
ہمارے خیالوں میں آتے رہو تم
تصوّر کی دنیا پہ چھاتے رہو تم
ملاتے رہو یوں نظر چپکے چپکے
ہوا دل پہ غم کا اثر چپکے چپکے

•

کامنی دیوی اختر

زندگی اپنی غم پرایا ہے
دھوپ کے ساتھ سایا ہے
جاگ اٹھیں کلیاں مسکراہٹ کی
زیرِ لب کیا پیام آیا ہے
ریشمی پیرہن میں گورا بدن
جھیل میں چاند کپکپایا ہے
آپ وعدہ نہ کوئی فرمائیں !
زندگی بھر فریب کھایا ہے
ہم نے دیکھے ہیں آپ کے جلوے
طورِ دل ہم سے جگمگایا ہے

کماری کمل

اپنے سر پر ایک تہمت سر بلا لے لیجئے
زندگی سے موت کے گھر کا پتہ لے لیجئے
دیکھئے اس دوپہر کی دھوپ کتنی تیز ہے
آیئے کچھ دیر آنچل کی ہوا لے لیجئے
شب کی خواہش ہے کہ منزل تک اکیلے ہی چلو
چاند کہتا ہے کسی کا آسرا لے لیجئے
صبحِ ہجراں سر بسجدہ ہے نمازِ عشق میں
اب تو ان بے خواب آنکھوں کی دعا لے لیجئے
اور بھی رنگین ہو جائے گی رودادِ حیات
مجھ سے تھوڑا سا اگر رنگِ حنا لے لیجئے
ہر کلی اپنا تعارف خود کرائے گی کمل
مسکرا کر ہاتھ میں دستِ صبا لے لیجئے

شبنم دہلوی

نام : پربھا دیوی کشیپ   تخلص : شبنم
پیدائش : حسن پور ضلع مراد آباد (یوپی)   ۲۰ر اکتوبر ۱۹۳۸ء

انتخاب کلام

آ بھی جا کہ مرے اس دل نے پکارا تجھ کو
یہ مرے پیار کی مالا نہ بکھرنے پائے

میں یہ رودادِ الم تجھ کو سناؤں کیسے
زخم جو دل کو ملے ہیں وہ دکھاؤں کیسے
اشک گرتے ہیں جو آنکھوں میں چھپاؤں کیسے
آ دکھاؤں میں جگر سوز نظارہ تجھ کو

یہ مرے پیار کی مالا نہ بکھرنے پائے

●

تحریک نو

(جدید شعرا)

کرشن موہن

جناب کرشن موہن ایک کہنہ مشق شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں روزمرہ کی زبان کے ساتھ ان معمولی واقعات کی ترجمانی ہوتی ہے جن سے عام شعراء بے نیازی کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔ محکمہ انکم ٹیکس میں ایک اعلیٰ عہدے کی ذمہ داری سنبھالے ہوئے ہیں۔ ان کے اب تک تقریباً بارہ مجموعے شائع ہو چکے ہیں جن میں شیرازۂ مژگاں، دلِ ناداں، نگاہِ ناز اور شبنم شبنم خاص طور پر بے حد پسند کئے گئے ہیں۔ پیدائش: ۲۸ر نومبر ۱۹۲۲ء

انتخاب کلام

نکھرا ہے تیرا روپ شب ماہتاب میں
تیرے بدن کی آنچ ہے جامِ شراب میں

پینے میں آج اور ہی لطف و سرور ہے
مستی ہے ایک اور ہی تیرے شباب میں

•

ٹوٹے ہیں ساز کے سب تار کیا کریں
آئے کہاں سے پیار کی جھنکار کیا کریں

لے کے ایک دل تھا ہمارا شریکِ غم
یہ بھی ہوا ہے ان کا طرفدار کیا کریں

اے دوست اہلِ شوق کی مجبوریاں نہ پوچھ
اقرار بھی ہے مظہرِ انکار کیا کریں

●

اک دورِ شراب ہو جائے　　غم کا خانہ خراب ہو جائے
دیکھ کر مصحفِ رُخِ کافر　　شیخ بھی لاجواب ہو جائے
کتنا بے کیف ہے وہ انساں بھی　　جو سراپا کتاب ہو جائے
دل نہیں اب گناہ کے قابل　　وقف کارِ ثواب ہو جائے
بھول جائے گا کلفتِ آغاز　　دل اگر کامیاب ہو جائے
بخش دے مجھ کو شہرتِ جاوید　　موت کا سدِّ باب ہو جائے
کرشن موہن بغیر کیف جنوں
زندگی اک عذاب ہو جائے

راج نرائن رازؔ

نام : راج نرائن　　　　تخلص : رازؔ

پیدائش : ۲۷ اکتوبر ۱۹۳۰ء　　　　تلمذ : علامہ منوّر لکھنوی

تصانیف : "چاندنی اساڑھ کی" - "بین السطور" - "نوائے کفر"

انتخاب کلام

کل کی بات ہے :

میرے ساتھی !

مٹی کے بے ڈول کھلونے گھڑتے تھے

میں !

مرمر سے

جاگتے، جلتے

بولتے، گاتے بُت

گھڑنے کی سوچ میں ڈوبا رہتا تھا

میرے ساتھی!
آج!
بنا کر
مٹی کے خوش رنگ
— مگر بے ڈول کھلونے
بازاروں میں لے آئے ہیں
سب بچوں کے
— سب بڈھوں کے
من بھائے ہیں
لیکن!
میں!
مرمر کے ادھورے، ادھ ترشے سے بت کے آگے
خاموش کھڑا ہوں
سوچ رہا ہوں

●

تلخ

نام : من موہن تخلص : تلخ

آج کل روزانہ پرتاپ کے خاص شاعر ہیں اور ہند کے مشہور اور مقبول جدید شاعر ہیں۔

انتخاب کلام

تری اداسیوں کا ذکر سو طرح کر کے
میں جی رہا ہوں تعلق کی طرح مر مر کے
عجیب واسطے سے ہیں ترے لئے دل میں
مگر یہ ہونٹ کہ شاید بنے ہیں پتھر کے
مسافرو! یہ سفر جھوٹ کا مبارک ہو
کہ خواب ہو گئے سچے ہمیں میں اکثر کے
ہمیں سے تلخ ابھرنے کو ہے بڑی آواز
کہ ایسا درد ہے سب لوگ ہیں برابر کے

خود اپنے آپ سے میں کٹ رہا ہوں
عجیب رشتے ہیں جن میں بٹ رہا ہوں
میں اک مشکل ہوں اپنی، سہل کر دے
نہ بڑھتا ہوں نہ پیچھے ہٹ رہا ہوں
نظر آجاؤں گا اندر سے کیا ہوں
میں اک جو الامکھی ہوں پھٹ رہا ہوں

●

پیچھے ہٹنے میں تھا موجود سہارا اپنا
ہم ہی ہم تھے، قدم اٹھا جو دوبارا اپنا
اپنی آواز سے کرتے رہو خود کو زخمی
بھیڑ میں نام کسی نے نہ پکارا اپنا
منہ چھپائے ہوئے پھرتے ہیں نہ جانے کس سے
کوئی چہرہ نہ تمھارا نہ ہمارا اپنا
تم جو کہتے ہو کہ ہم گھر میں ہیں، ہم گھر میں نہیں
تلخ کیا خود بھی سمجھتے ہو، اشارا اپنا

آزاد گلاٹی

پیدائش: ۱۵ر جولائی ۱۹۳۵ء تعلیم: ایم اے
تصانیف: آغوشِ خیال، عظمتِ غم، جسموں کا بن باس

انتخاب کلام

جسم کی بوسیدہ دیواروں پر کائی جم چکی ہے
آنکھ کے بے خواب روزن
دیر سے سونے پڑے ہیں
فرشِ دل پر رقص کرتی حسرتیں
بے سدھ ہوئی ہیں
ذہن کے ویران دروازے پہ
اب بھی کچھ برسوں پُرانی
ایک دستک گونجتی ہے!!

مخمور جالندھری

کہنہ مشق شاعر، ڈرامائسٹ اور جرنلسٹ ہیں۔ آج کل روزانہ ملاپ کے سب ایڈیٹر ہیں۔

انتخاب کلام

کریں امانت میں ہم خیانت یہ ہم پہ الزام ناروا ہے
ہمیں بتاؤ کہ کون ہم سا عوام کا درد آشنا ہے
تمیز اتنی جو ہم نہ رکھتے تو اپنے بنگلے کبھی نہ بنتے
ہمارے حق میں ہمیں ہے معلوم کیا برا اور کیا بھلا ہے
ہمارے بنکوں میں جو میں لاکر ابھی وہ منہ تک نہیں بھرے ہیں
ابھی سے پبلک میں اتنا ہنگامہ کیا خبر کس لئے بپا ہے
ہمارے ہاتھوں لٹے تو ہو تم، مگر پرایا ہمیں نہ سمجھو
کہ اپنا اپنے کو مارتا ہے تو اس کو سائے میں پھینکتا ہے

کمار پاشی

کمار پاشی کی شاعری اس نامراد نسل کی داخلی ویرانی اور روحانی کرب کا شعری اظہار ہے جس نے تقسیم ملک کے بعد کے تہذیبی خلا میں آنکھیں کھولیں اور خود کو ماضی کے ورثے سے کلیتاً تہی دامن پایا۔ "ولاس یاترا" ان کا مجموعہ کلام ہے۔

انتخاب کلام

میں کہتا ہوں : منظر ساتھ نہیں جائیں گے
لمحہ لمحہ
سارے شہر گزر جائیں گے
آب و خاک سے بے آواز سرکتے سائے
رنگ سہانے شام و سحر کے
اور وہ چہرے، جنھیں نہ دیکھ سکے جی بھر کے
رفتہ رفتہ دل سے اتر جائیں گے
سارے شہر گزر جائیں گے

اشکؔ

نام : بمل کرشن تخلص : اشکؔ

تلمذ : مرحوم علامہ منور لکھنوی

محکمہ تعلیم میں سروس کرتے ہیں اور ان کا مجموعہ "دکھ کے پھول" شائع ہو چکا ہے۔

انتخاب کلام

نہ اتنا پیار کرو ایک دو گھڑی کیلئے
یہ چند لمحے پلٹ کر کبھی نہ آئیں گے
خوشی کا وقت کبھی لوٹ کر نہ دیکھے گا
یہ لمحے دور بہت دور ہوتے جائیں گے

•

اگر حیات کا آنچل خوشی سے بھرنا ہو
تو اتنا پیار کرو میں تمھیں بھلا بھی سکوں
بس اتنی دور مجھے لے چلو محبّت میں
جو تم مری نہ رہو میں پلٹ کے آ بھی سکوں

•

خوشی کا اتنا بھروسہ کچھ اچھّی بات نہیں
خوشی ضرور کبھی انتقام لیتی ہے
بہت زیادہ نہ چاہو مجھے خدا کیلئے
بہت زیادہ محبّت بھی مار دیتی ہے

•

مہیش پٹیالوی

نام اور تخلص : مہیش پیدائش : اکتوبر ۱۹۲۹ء پٹیالہ

ایف۔ایس۔سی پاس کرنے کے بعد محکمہ ٹیلیفون میں انسپکٹر تعینات ہوئے۔ پٹیالہ کی انجمن ترقی اردو کے جنرل سکریٹری ہیں۔ ان کی کچھ نظمیں انگریزی، آسامی، اُڑیہ، بنگالی اور تیلگو میں تراجم ہو چکی ہیں۔ آپ ایک خوش پوش اور ملنسار جدید شاعر ہیں۔

انتخاب کلام

تیرے جسم کو چھو کر
میں نے
اکثر یہ محسوس کیا ہے
جیسے
میری ہستی
لمحہ لمحہ
برف کی مانند
پگھل رہی ہو!
جوت سے کوئی جوت جلی ہو!!

ہوش

نام : پورن کمار
تخلص : ہوشؔ
آجکل بہادر گڑھ میں ورکس انجینئر ہیں۔ ان کا پہلا مجموعہ کلام "آوازیں" شائع ہو چکا ہے۔

انتخاب کلام

بولے تو بنسری کہیں بجتی سنائی دے
ایسا بدن کہ کرشن کا مندر دکھائی دے

چہرہ تمام نغمگی، آنکھیں تمام مے
دیکھوں اسے تو زندگی گاتی سنائی دے

خوشبو اڑے کبھی تو چمن کی طرح لگے
گاہے گھنیری زلف مدھوبن دکھائی دے

آنکھوں میں بس گئی ہے وہ صورت کچھ اس طرح
ہر راستہ سے اب وہی صورت دکھائی دے

کھویا ہوا ہوں ایسے غم انتظار میں
دھڑکن میں اس کے پاؤں کی آہٹ سنائی دے

شاؔد

نام : چندر پرکاش
تخلص : شاؔد

انتخاب کلام

آج ہم شب بھر کے ہیں جاگے ہوئے
کیا عجب قصّے تھے یاد آئے ہوئے

ہم پہ اترا تھا گلِ لمحہ کوئی
مدّتوں خود کو لگے اُڑتے ہوئے

گو بظاہر ہیں چٹانوں کی طرح
اندر اندر ہیں سبھی پگھلے ہوئے

ان فصیلوں میں دراڑیں تھیں بہت
سو طرح آواز کے ٹکڑے ہوئے

ہاتھ جل اٹھا ہے مشعل کی طرح
دیکھتا ہوں خود کو منہ کھولے ہوئے

باؔنی

نام : راجندر تخلص : باؔنی
تعلیم : ایم اے پیشہ : ٹیچر
تصنیفات : حرفِ معتبر

انتخابِ کلام

عجیب تجربہ تھا بھیڑ سے گذرنے کا
اُسے بہانہ ملا مجھ سے بات کرنے کا

تھا کے ایک بکھرتا گلاب میرے ہاتھ
تماشہ دیکھ رہا ہے وہ میرے ڈرنے کا

یہ آسماں میں سیاہی بکھیر دی میں نے
ہمیں تھا شوق بہت اس میں رنگ بھرنے کا

نگاہ ہم سفروں پر رکھو سرِ منزل
کہ مرحلہ ہے یہ اک دوسرے سے ڈرنے کا

نہ اب ہوا مرے سینے میں سنسنانے کا
نہ کوئی زہر مری رُوح میں اُترنے کا

کوئی بھی بات نہ مجھ کو اُداس کرنے کی
کوئی سلوک نہ مجھ پر گراں گذرنے کا

●

ہندوستان کے گھر گھر میں

ایچ، ایم، ایس ریڈیوز کی دھوم مچ گئی

گھر کی رونق کیلئے

دلکش مضبوط، اعلےٰ مشینری کے گارنٹی شدہ

ایچ ایم ایس ریڈیوز فری سروس

فون نمبر: 582188

واجبی قیمت/125 روپلے میں خریدنے کیلئے

میسرز ایچ ایم سنگھ ریڈیو ڈیلرز

بازار مارگ اولڈ راجندر نگر نیو دہلی 60 پر تشریف لاویں

جموں و کشمیر کی ترقی

اعداد و شمار کی روشنی میں

ریاست جموں و کشمیر کا الحاق ہندوستان کے ساتھ ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ اس پچیس سال کے عرصے میں ریاست کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے۔ اس کا اندازہ ذیل کے اعداد و شمار سے لگائیے۔

	۱۹۴۷ - ۴۸	۱۹۷۰ - ۷۱
ریاست کی کل آمدنی	دو کروڑ پچھتر لاکھ روپے	ایک ارب دس کروڑ اکیس لاکھ روپے
پانی کی بہم رسانی پر خرچ	۲۰ لاکھ روپے	۲ کروڑ ۳۷ لاکھ روپے
تعلیم پر خرچ	۳۳ لاکھ ۶۸ ہزار روپے	گیارہ کروڑ ۴۲ لاکھ روپے
طبی سہولیات پر خرچ	۱۲ لاکھ ۱۸ ہزار روپے	چھ کروڑ ۵۵ لاکھ روپے

اس کے علاوہ ریاست میں سنہ ۱۹۵۰ء میں فی کس آمدنی ۱۸۸ روپے تھی۔ جو اب تین سو روپے سالانہ ہو گئی ہے۔ سنہ ۱۹۵۰ء میں ریاست میں ہسپتالوں کی تعداد صرف آٹھ تھی جو آج گیارہ سو تک جا پہنچی ہے۔

دیہات سدھار کے کاموں کی طرف سنہ ۱۹۴۷ء میں برائے نام توجہ دی جاتی تھی۔ آج ہم اس اہم ضرورت پر تین کروڑ گیارہ لاکھ روپے سالانہ خرچ کر رہے ہیں۔

شائع کردہ: فیلڈ سروے آرگنائزیشن۔ جموں و کشمیر

بچت کے لئے منصوبہ مرتب کرنے کے لئے کوئی مقررہ وقت نہیں
آج ہی سے شروع کرو

اورینٹل بنک آف کامرس لمیٹڈ کے ساتھ

جو پُرکشش شرح سُود کی پیشکش کرتا ہے
سیونگ اکاونٹ بنک پر ۴% سالانہ سُود تا $7\frac{3}{8}$ ٹرم ڈیپازٹوں پر
اور
$6\frac{3}{4}$% سالانہ پروگریسو ڈیپازٹ سکیم پر۔ چھوٹے ریگولر سیونگر کے لئے
ایک سُود مند دھندا
خوش خلقی اور قابلیت کے ساتھ کاروبار آپ کا منتظر ہے
اکثر برانچوں میں لاکرز دستیاب ہیں
کسی قسم کی بنکنگ کاری کے لئے ہماری نزدیکی برانچ سے رجوع کریں

دی اورینٹل بنک آف کامرس لمیٹڈ

شیڈولڈ بنک ۔ قائم شدہ سنہ ۱۹۴۳ء
رجسٹرڈ اینڈ ہیڈ آفس: ای بلاک ۔ کناٹ پلیس ۔ نئی دہلی ۔ ۱

آر۔ پی۔ تلوار ۔ جنرل منیجر

امرولن ملز

امرت مارکیٹ صدر بازار دہلی ۶

اینڈ کٹھوعہ۔ جموّں

ہر قسم کا اعلےٰ اونی دھاگہ اور

کپڑا بنانے والے

ٹیلی فون : 557365
226833

نیشنل کیمیکل انڈسٹریز

26 نجف گڑھ روڈ۔ نئی دہلی 15

ہر قسم کے

اعلےٰ کوالٹی کے رنگ

بنانے والے

فون: 584291
983196

چودھری کیمیکل ورکس
جے پوریہ ملز سبزی منڈی گھنٹہ گھر دہلی
ہر قسم کے
بہترین تیزاب بنانے والے
فون : 222671

بلّی کی آنکھوں جیسی چمک جوتوں پر
لانے کے لئے

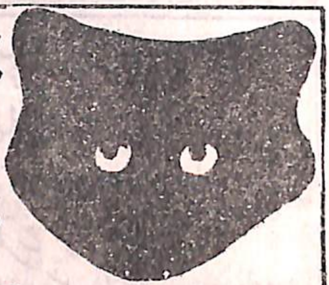

بلّی شو پالش
billy
SHOE POLISH
بلّی شو کریم کا استعمال کیجیے
بلّی بوٹ پالش کمپنی باڑہ ہندوراؤ دہلی نمبر ۶

FATHER
SAW
THE "GLIMPSES"
DAUGHTER
MAKES
THE HISTORY

FROM: HOUSE OF MOHMEAKS SINCE 1855
M. M. B. LTD.
H. O. SOLAN BREWERY
(HIMACHAL PRADESH)

ڈیموکریٹک سوشلزم ہمارا دھرم ہے
ہم امیر و غریب میں کسی قسم کا فرق نہیں سمجھتے
ہم روپیہ جمع کرانے والوں اور قرض لینے والوں کے ساتھ یکساں سلوک کرتے ہیں
اس طرح ہم سوشلسٹوں کی طرح عمل کرتے ہیں
ہر قسم کی بنکنگ سروس اور فارن ایکسچینج بزنس کے لئے ہم سے ملئے

دی نیو بنک آف انڈیا لمیٹڈ

(رجسٹرڈ آفس: جن پتھ، نئی دہلی)

ٹی۔ آر۔ تلی
چیئرمین

ایم۔ ایل۔ دھوت
جنرل مینیجر

بہتات کے زمانے میں

بہتات کے زمانے میں کاشتکار کو زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے میں اب گھبرانا نہیں چاہیئے۔

- فوڈ کارپوریشن اس کے فالتو اناج کیلئے پورے سال معقول قیمتوں پر اس کی پیداوار کو فروخت کرنے کی کفیل بن سکتی ہے۔
- کمی کے زمانے میں: اناج کی کمی کے وقتوں میں صارفین کو اب اُس کی قیمتیں بڑھنے اور اس کمی کی چنتا کرنے کی ضرورت نہیں۔ فوڈ کارپوریشن خوراک کی معقول داموں پر سپلائی کی یقین دلاتی ہے۔
- خوراکی اجناس کی منصوبہ بند فراہمی، اُس کا ذخیرہ کرنا اُس کی تقسیم بیزرو اسٹاک رکھنا اور منافع خوری اور منافع خوروں کی ذخیرہ اندوزی کے خلاف کامیاب جنگ کرنا۔

کاشتکار اور صارفین کو ہر وقت اِن سرگرمیوں کی بدولت اُن کے حقوق کو محفوظ رکھنا ہمارا بزنس اور مقدس فرض ہے۔

فوڈ کارپوریشن آف انڈیا

P. S. B.

پنجاب سندھ بنک

زراعت پیشہ لوگوں کی امداد کیلئے

پنجاب سندھ بنک آپ کو جدید زراعت کے آلہ جات ٹریکٹر، پمپ ہیلیٹ زائد پیدائش کے بیج و دیگر زراعت کی مشینری و دیگر امداد کے لئے مناسب شرائط پیش کرتا ہے۔

پنجاب اینڈ سندھ بنک لمیٹڈ

قائم شدہ : 1908ء (شیڈولڈ بنک)

رجسٹرڈ آفس : ہال بازار۔ امرتسر

سنٹرل اینڈ ایڈمنسٹریٹو آفس : ایچ بلاک۔ کناٹ سرکس نیو دہلی

تفصیلات کے لئے برانچ منیجروں سے رجوع کریں :

برانچیں : پنجاب ، ہریانہ ، یوپی ، دہلی اور راجستھان

ایجنسیاں سارے ہندوستان میں

اندرجیت سنگھ

چیرمین

توجّہ دیجئے!

1۔ مکانات زیر تعمیر
2۔ فری ہولڈ ڈیویلپ شدہ زمین واجبی داموں میں
3۔ نیشنل کیپٹل ریجن کی حدود میں
4۔ پکّی سڑکیں۔ نالیاں۔ پانی اور بجلی
5۔ مارکیٹ سنٹر، سکول، پارکیں

یہ تمام خصوصیات

مندرجہ ذیل کالونیوں میں موجود ہیں:۔

شالیمار گارڈن، ایکسٹنشن I ایکسٹنشن 2
برندابن گارڈن، شام انکلیو
اور
وکرم انکلیو

مفصل جانکاری کیلئے لکھیں یا ملیں:

مہالکشمی لینڈ اینڈ فائیننس کمپنی پرائیویٹ لمیٹڈ

B۔ 8 جنرل ٹرسٹ بلڈنگ آصف علی روڈ نئی دہلی ۱

ٹیلیفون: 271051
274239

سائیٹ آفس فون: 212575

ٹیلیگرام
"ہاؤس پلاٹ"

تصحیح کرلیں

صفحہ	غلط	ٹھیک
۴۵	کالیستھ	کائستھ
۱۰۱	سحر سیالکوٹی	ساحر سیالکوٹی
۱۳۰	اب تک میرے	اب تک آپ کے
۱۳۲	ملک بٹوارہ ہوگیا	ملک کا بٹوارہ ہوگیا
۱۳۵	مہتہ درد سب سے بڑی خوبی	مہتہ درد کی سب سے بڑی خوبی
۱۵۸	مقطع: ہم نے دیکھے تھے	ہم نے بھی دیکھے تھے
۲۱۸	جناب راج نارائن راز نے "نوائے کفر" علامہ منور لکھنوی مرحوم کا مجموعۂ کلام ترتیب دیا تھا۔	

دیش واسیوں کو

گرینڈلے کیبلز

کے منتظمین و سٹاف کی طرف سے

بھارت کی آزادی

کی

پچیسویں سالگرہ مبارک

مینوفیکچررز

گرینڈلے الیکٹریکلز انڈیا۔ ۲/۳ آصف علی روڈ نیو دہلی

Rishi Patialvi

Neera Nargis

NADAN

A. C. Bahar

Roshan Patialvi

Mahesh Patialvi

SEHGAL

Om Dutt Talib

Dr. SHAFA Dehalvi

Shabnam Dehalvi

Zia Fatehbadi

Javcd Vashishat

Azurda Dehalvi

Abid Munawari

Azad Gulati

Aqir Lahori

Hindu Poets of Urdu 15-8-72

Jagdish Mehta "Dard"

GULZAR 1952

GULZAR 1972